چشم دید بیان ہے اگرچہ مصنف کی وظیفہ خواری کے باعث کتاب کا لب و لہجہ ہندوستانیون کے خلاف ہے، لیکن مصنف نے ایسے واقعات کے لکھنے مین بخل نہین کیا جنمین ناکردہ گناہ ہندوستانیون کی عبرتناک سزاؤن کی حالات درج ہین اور اس رسالہ مین زیادہ حصہ انہین واقعات کا ہے، خواجہ صاحب نے اس فارسی تالیف کی یہ عمدہ تلخیص تیار کی ہے اور مصنف کے جو بیانات اس کی وظیفہ خواری کے باعث رسالہ مین درج ہین خواجہ صاحب نے اپنے حواشی مین ان کی تغلیط بھی کر دی ہے، نیز رسالہ مین ایسے بکثرت بزرگون کے نام ہین جن پر غدر کے بعد انگریزون کے مظالم برپا ہوئے، خواجہ صاحب نے کمال جانفشانی سے ان بزرگون کے مزید حالات اور انکے موجودہ اخلاف کا بھی پتہ لگا کر اپنے حواشی مین تفصیل سے ان پر روشنی ڈالی ہے، اگرچہ خواجہ صاحب نے کتاب مین سے بعض نام صرف اس لئے خارج بھی کر دئے ہین کہ ان کے بعض اخلاف کسی ریاست مین اس وقت معزز عہدے پر سرفراز ہین اور ان کے خیال مین مصنف نے ان بزرگون کو محض اپنی ذاتی دشمنی سے مجرمون کی صف مین جگہ دی تھی، لیکن بہتر ہوتا کہ خواجہ صاحب ان لوگون کے حالات خارج کرنے کے بجائے رہنے دیتے اور حاشیہ مین اپنا اختلاف مع دلائل نقل کر دیتے بہرحال غدر دہلی کی تاریخ کا یہ بارھوان حصہ بھی اسی طرح مطالعہ کے لائق ہے، جیسے کہ اس کے پیشتر کے حصے ہین،

اصل الاصول فی الاستناد بقول الرسول

مصنفہ مولانا سید محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج

کپورتھلہ، ناشر منیجر رسالہ پیام اسلام شہر جالندھر پنجاب، حجم ۷۱ صفحے، قیمت ۴ ر

جماعت اہل حدیث و اہل قرآن مین احادیث نبوی کے قابل حجت ہونے پر تحریری مناظرہ ہوا تھا، مولف نے زیر تبصرہ رسالہ مین نہایت اعتدال سے اس مناظرہ پر محاکمہ کیا ہے، اور آخر مین ثابت کیا ہے کہ نہ تمام حدیثین وحی آسمانی کہی جا سکتی ہین کہ متروک و ضعیف حدیثین بھی ہین، اور نہ قول رسول کو تائید ربانی سے خالی قرار دینا کسی مسلم کے لئے روا ہو سکتا ہے، ضعیف حدیثین قابل ترک ہین اور صحیح حدیثین موید قرآن ہین،

"ر"

جلد بست و ہشتم ۲۸ | ماہ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء | عدد ۶

مضامین

شذرات

گذشتہ ماہ ہندوستان مین ملت اسلام کو دو عظیم الشان خوشخبریان ملین، ایک تو ہنگریا کے مشرقی فاضل ڈاکٹر گرمانوس پروفیسر السنۂ اسلامیہ شانتی نکیتن (بنگال) کے اور دوسرے مشہور انگریز انجنیر سر برٹین کے قبول اسلام کی، پہلا اعلان جامعہ ملیہ اسلامیہ کے یوم تاسیس پر دہلی مین ہوا، اور دوسرا شاہی مسجد لاہور مین، یہ دونون اعلان کسی فوری جذبہ کا نتیجہ نہین، بلکہ سالہا سال کے غور و فکر اور تحقیق کا ہین، ہم اپنے ان دونون نئے مخلص بھائیون کو دل سے خوش آمدید کہتے ہین،

اس وقت ہم کو اُن مسلمان نوجوان فضلاء کو مخاطب کرنا ہے، جو یہ سمجھتے ہین کہ یورپ کے کسی تعلیمی تیرتھ گاہ کی زیارت کی عزت حاصل کرنے کے بعد مذہبی انقیاد و اطاعت اور ایمان و اسلام کی پرانی رسمیات کی ضرورت کیا ہے؟ ایک طرف یورپ کا ایک مشرقی فاضل جو بہر حال ہمارے بہت سے مسلمان علماے مشرقیات سے زیادہ فاضل ہے اسلام کو اپنے سینہ سے لگاتا اور اپنی عقیدت کی پیشانی اُس کے آستانہ پر رکھتا ہے، اور دوسری طرف اچھے خاصے مسلمان والدین کے بچے دو برس کے لیے یورپ ہو کر آگئے، تو یہ حال ہے کہ اب انکا اسلام اور انکا مغربی علم دونون انکے سینون مین یکجا نہین رہ سکتے،

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

مسلمانون کو اپنی تاریخ سے جسقدر بیخبری ہے، اسکی ایک ادنی مثال قبرص کی موجودہ شورش کے موقع پر قبرص کی اسلامی تاریخ

سے افسوسناک اجنبیت اور بیگانگی ہے، ایک مسلمان اڈیٹر نے اسکو مصر مین بتایا ہے، صوبہ کے مشہور انگریزی اخبار پانیر نے فنیشین اور یونانی قبضہ کے بعد ترکی قبضہ کا ذکر کیا، اور بیچ کی سینکڑون برس کی تاریخ کو محو کر دیا، قبرص جسکو اب انگریزی تلفظ مین سائپرس کہتے ہین بحر روم یا بحر متوسط (میڈی ٹرینین سی) مین ایک مشہور آباد جزیرہ ہے، جو اپنے محل وقوع کے لحاظ سے پورے بحر روم پر حکمران ہے، ایک طرف یورپ کے سواحل اور دوسری طرف شمالی افریقہ کے سواحل پر اسکی نگاہین رہتی ہین، حضرت عثمان رضی کے عہد مین جب مسلمانون نے مصر کے آگے شمالی افریقہ کے صحراؤن مین قدم رکھا تو پہلے قبرص پر قبضہ جمانا ضروری ہوا، چنانچہ اُس وقت سے لیکر چوتھی صدی ہجری تک کم ایسا زمانہ گذرا جسمین یہ عربون کے زیر نگین نہ رہا، بنو امیہ، بنو عباس، پھر مصر اور شمالی افریقہ کے حکمران اُسپر ہمیشہ قابض رہے، اسکے بعد جب بحر روم مین مسلمانون کی بحری طاقت پانچوین صدی مین کمزور ہوئی تو صلیبی لڑائیون کے آغاز مین اُسپر عیسائیون کا قبضہ ہوا، اور مدت تک اُنکے پاس رہا، پھر بالآخر ترکون نے اسکو واپس لیا، اور اُن سے ترکون اور روسیون کی جنگ مین ترکون کی دائمی امداد وحفاظت کے وعدہ کے معاوضہ مین انگریزون نے اسکو بصلح حاصل کیا، اور اب تک اُن کے پاس ہے، وہان پچاس ساٹھ ہزار مسلمانون کی آبادی بھی ہے، جو زیادہ تر ترکی النسل ہین،

ناظرین کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ مولنا شبلی مرحوم کی شعر العجم کو یہ مقبولیت نصیب ہوئی کہ خود اہل عجم کی نگاہون مین وہ اس قابل ٹھہری کہ اسکا ترجمہ فارسی مین کیا جائے، ایک ہندی کے لیے یہ کسقدر فخر کا موقع ہے کہ اسکی تصنیف خود اہل زبان کے نزدیک معیار استناد ٹھہرے، آقائی سید محمد علی صاحب پروفیسر نظام کالج نے اطلاع دی ہے کہ فاضل محترم آقائی فخر داعی (وزارت معارف طہران) نے جو اردو بھی جانتے ہین، شعر العجم کی پہلی جلد کا ترجمہ تمام کیا ہے، اور اُسکے ساتھ وہ مصنف مرحوم کے سوانح کا ضمیمہ بھی لگانا چاہتے ہین،

اسی کیساتھ ایک مزید خوشخبری یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی الفاروق کا فارسی مین ترجمہ کابل مین کیا گیا ہے، مترجم کا نام مولانا نجف علی صاحب ہے، یہ ترجمہ اسوقت جلالتمآب شاہ نادر خان کے حضور مین پیش ہے، اور امید ہے کہ وہ قبول ہوکر جلد اشاعت پذیر ہو، یہ بھی نوید مسرت ہے کہ مولانا موصوف دار المصنفین کی دوسری تصنیفات کے ترجمے بھی فارسی مین کرنا چاہتے ہین، جزاہم اللہ خیراً،

تیسری طرف ملیبار سے ایک عزیز کا خط آیا ہے کہ وہ مدیر معارف کے رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ترجمہ ملیالم مین کر رہے ہین نیز مضمون سنت، اور وحی و ملکۂ نبوت کے ترجمون کو ایک مستقل رسالہ کی صورت مین شائع کر رہے ہین، مقالہ سنت کا ترجمہ ایک مکی دوست کے قلم سے مصر کے مشہور مذہبی رسالہ المنار مین بھی شائع ہو چکا ہے، فللہ الحمد،

ملیبار کے مسلمانون کی تاریخ مین ایک نادر عربی تصنیف تحفۃ المجاہدین ہے، فرشتہ نے ملیبار کی تاریخ مین اسکا خلاصہ دیا ہے ایک زمانہ سے اہل علم اصل عربی متن کے طلبگار تھے ہمارے دوست مولوی حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری مدیر تاریخ حیدرآباد دکن تمام علم دوست اصحاب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اسکے چند عربی نسخے بہم پہنچا کر تاریخ کا حصہ اپنے رسالہ (جلد دوم حصہ ششم) مین پورا چھاپ دیا ہے، اور آخر مین نامون کی فہرست، اور انکی تصحیح و تطبیق شامل کی ہے، حکیم صاحب موصوف نے نادر کتابون کی اشاعت کا جو سلسلہ اپنے رسالہ مین قائم کیا ہے، وہ بیحد مفید ہے، اور اہل علم کی قدردانی کا پورا مستحق ہے،

جناب ذکی الدین صاحب ایم - ایس - سی فیلو مسلم یونیورسٹی، فزکس ریسرچ اسکالر کا ایک عنایت نامہ موصول ہوا ہے، جس سے یہ جانکر بڑی خوشی ہوئی کہ موصوف آجکل مسلمانون کے علم ہیئت کی تاریخ فراہم کر رہے ہین اور مسلمان علمائے ہیئت کے حالات کے ساتھ ساتھ اُن کی تحقیقات کا مواد بھی فراہم کر رہے ہین، ساتھ ہی ایک عجیب بشارت اُنھون نے یہ سنائی ہے کہ اُنھون نے سب سے اول مسلمان عرب فلاسفر یعقوب کندی کا ایک رسالہ کتاب الشعاع دریافت کیا ہے، جسکو وہ عنقریب چھاپکر شائع کرینگے، اس کے بعد اُن کے اور بھی بلند علمی ارادے ہین، کم ازکم ہم کو مسلم یونیورسٹی کے احاطہ سے یہ پہلی حوصلہ افزا آواز سنائی دی ہے، دعا ہے کہ موصوف کو اُن کی کوششون مین پوری کامیابی حاصل ہو، اور اس دور مین بھی اسلاف کرام کی بہترین مساعی سے عزت اور ناموری حاصل ہو،

مولانا حمید الدین صاحب مرحوم کی عربی تصنیف امعان فی اقسام القرآن (قرآن مجید کی قسمون کی حقیقت) مصر کی نفاست عمدہ ٹائپ مین چھپکر آگئی ہے، قیمت ۸ر رکھی گئی ہے، امید ہے کہ علوم القرآن کے شائقین اسکی قدر کرینگے،

مقالات

ایام صیام

"حق گو" کی تحقیق "ایک غیر مولوی" کی نظر مین

از

جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز، شملہ

احکام اسلامی کی "تنقید صحیح" کا جو سلسلہ "ایک حقگو" کے قلم سے نگار مین نکل رہا تھا اُس کے مختلف حصون کا جواب وقتاً فوقتاً متعدد حضرات کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، قسط زیر بحث کی علمی حیثیت کا جواب تو کوئی صاحب علم حضرت لکھ رہے ہون گے، مین صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہون کہ فاضل مقالہ نگار کی پریشانی تحریر، انوکھا طرز استدلال اور تضاد نتائج "ایک غیر مولوی" کے دل پر کیا نقوش چھوڑتے ہین،

مضمون کے شروع مین فلسفۂ احکام ربانی بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ "روزہ نہ کسی طبی فائدہ کو مد نظر رکھکر فرض کیا گیا ہے، اور نہ ہی اس سے کوئی روحانیت حاصل ہوتی ہے، اسلام مین روزے کی غرض و غایت صرف اس قدر ہے کہ خدا نے ایک حکم دیکر ہماری آزمایش کی ہے کہ ہم کس قدر اس حکم کی تعمیل کرکے اس کے وجود کا اقرار عملی طور سے کرتے ہین، اور سبب اس حکم کا یہ ہے کہ یہ اسلام کی اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے جبکہ خدا نے قرآن کو انسان پر نازل کیا"

اللہ اکبر!! اسلام کو آج یہ دن بھی دیکھنا تھا، آج تک یہ مسلّم تھا کہ احکام اسلام کو اگر دیگر مذاہب کے

اوامر ونواہی پر کوئی فوقیت حاصل ہو تو وہ یہ ہے کہ اسلام کے احکام کسی نہ کسی حکمت اور منفعت کو مدِ نظر رکھکر فرض کئے گئے ہیں، اور ان سے کوئی نہ کوئی دینی یا دنیاوی، مادی یا روحانی فائدہ متصور ہو، اس دعویٰ کے ثبوت میں حکمائے اسلام کی انبار در انبار تصانیف موجود ہیں جو ہر زمانے میں لکھی گئیں اور آج بھی لکھی جا رہی ہیں، جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے ادیانِ باطلہ زمانہ کا ساتھ دینے سے قاصر رہتے جاتے ہیں، اور یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ دنیا خواہ کارِ زمین را نکو ساختہ، فلک پیمائی بھی شروع کر دے لیکن اسلام کو کسی مقام پر بھی تھک کر بیٹھ جانے کی ندامت نہیں اٹھانی پڑی اور نہ پڑیگی، دنیا آج آہستہ آہستہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اسلام کے قریب آتی چلی جا رہی ہے، لیکن "اپنوں" کا یہ حال ہے کہ ان احکام کو محض "بغرض آزمائش" قرار دے رہے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ ایک ایسے آقا کی مانند ہے کہ جو اپنے غلام کو حکم دیدے کہ دن بھر جون جولائی کی دھوپ میں ننگا کھڑا رہے، اور مقصد اس سے محض یہ ہو کہ غلام آقا کے وجود کا اقرار کر لے، اگر کسی کی غشاوۃ البصر اجازت دے، تو وہ قرآن میں دیکھے گا کہ ہر حکم دینے کے بعد کہیں ان اللہ عزیز حکیم کے ارشاد سے اس طرف اشارہ کر دیا ہو کہ یہ فعلِ حکیم ہے جو خالی از حکمت نہیں کہیں واللہ رؤف بالعباد کہہ کے ظاہر کر دیا ہو کہ ہمیں اپنے بندوں سے کوئی دشمنی نہیں کہیں لعلکم ترحموں فرما کر بتا دیا ہو کہ اس سے مقصد تمہارے اوپر ظلم کرنا نہیں بلکہ رحم کرنا ہے، خود روزے کے احکام شروع کرتے وقت پہلی ہی آیت لعلکم تتقون پر ختم کیا، اور جہاں یہ مضمون ختم ہوا وہاں پھر لعلهم يتقون کی مہر ثبت فرما کر بتلا دیا کہ مقصد اس اشہبِ عنان گسیختہ کی "صیامت" سے یہ ہے کہ تم میں "تقویٰ" پیدا ہو جائے، اور "تقویٰ" کے معنی، تازہ ترین مغربی ٹکسال سے نکلے ہوئے ترجمۂ قرآن مارماڈیوک پکتھال کی رو سے (TO WARD OFF (EVIL")) میں ہی نہیں انھیں آیات میں جہاں فدیہ کی جگہ روزہ رکھنے کو مرجح قرار دیا ہو، وہاں ارشاد ہے کہ اگر روزہ رکھو تو وہ خیر الکم ہے، یعنی اس میں تمہارے لئے بہتری ہے، نہ مانوگے تو اس میں نقصان تمہارا ہی ہمارا کیا ہے، آزمائش کہنے کی ضرورت تو صرف دہیں تک ہے کہ عوام چونکہ ہر چیز کی علت غائی سمجھ نہیں سکتے، اور خدا کو وہ سچے معنوں میں خدا مانتے ہیں ان کا

ایمان منطقی کا سا ایمان نہیں ہوتا، اس لئے ان کے لئے صرف اس قدر کافی ہو کہ اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے، کہ تم کس قدر اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہو، اور چونکہ علت العلل اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کرنا ہو، اس لئے یہ مقصد اتنے علم سے کما ینبغی حاصل ہو جاتا ہے، باقی رہا ایک عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرنا، سو روزوں کا مہینہ انتخاب کرتے وقت اس امر کا بھی لحاظ رکھ لیا گیا ہے کہ وہ اسی مہینے میں آئیں جسمیں نزولِ قرآن ہوا، اسے یک کرشمہ دو کار کہتے ہیں، نہ یہ کہ اس سے علتِ غائی ہی واقعہ کی یاد تازہ کرنا قرار دیدی جائے۔

اس کے بعد تحریر ہے "میرے نزدیک اصل اسلام کا معیار قرآن ہے، اگر قرآن کی تائید میں توریت انجیل و حدیث ہو تو ہمکو قرآن کے معنی سمجھنے میں بے انتہا مدد ملتی ہو، اور اگر اسکی تائید میں قرآن نہیں ہو تو میرے نزدیک وہ سب اختراعی باتیں ہیں، یقیناً قرآن نے جو اسلام پیش کیا ہو یہی اسلام یہود و نصاریٰ پر پہلے پیش کیا گیا تھا .... لیکن اگر احکامِ شریعت اور قصصِ انبیاء میں یہود ایسی باتیں بیان کرتے ہیں، جو قرآن میں مذکور نہیں یا اس کے خلاف ہیں اور بالکل وہی باتیں حدیث میں پائی جاتی ہیں، تو اسکا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث نے وہ باتیں براہ راست یہود سے لیں لیکن برخلاف اس کے اگر قرآن کے احکام کی تائید یہود و نصاریٰ کے نوشتوں سے ہوتی ہے اور اس کے خلاف حدیث میں ہے تو ہم حدیث کی تردید میں قرآن کا بیان کافی نہ سمجھیں گے (؟ پرویز) بلکہ ہم کو یہ بھی کہنے کا حق ہو گا کہ قرآن کے جو معنی صحیح ہیں وہ وہی ہیں جو قرآن کی عبارت سے ظاہر ہیں اور یہ معنی یہود کے نوشتوں میں بھی ہیں اسلئے یقیناً قرآن کے جو معنی حدیث نے لئے ہیں وہ صحیح نہیں ......"

دوسری جگہ ارشاد ہو کہ "قرآن کے احکام مجمل ہوا کرتے تھے اور رسول اللہ صلعم انکی صراحت فرما دیا کرتے تھے"

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اصل اسلام کا معیار قرآن ہے، اور قرآن نے جو اسلام پیش کیا ہے، یہی اسلام یہود و نصاریٰ پر پہلے پیش کیا گیا تھا، لیکن "یہی اسلام" کے الفاظ مجمل ہیں، یقیناً جہاں تک اصولِ مذہب کا تعلق ہے، یہود و نصاریٰ کا مذہب کیا جس قدر بھی مذاہب منجانب اللہ آئے ہیں، وہ اصولی طور پر ایک تھے، اور انہیں کی مکمل شکل اسلام ہے، لیکن جہاں تک فروعِ مذہب کا تعلق ہے وہ ہر صورت میں بھی اسلام نہیں

ہو سکتا جو یہود و نصاریٰ پر پیش کیا گیا تھا، دور کیوں جائیں، اسی ایک روزہ کے فروع کو دیکھ لیجئے، اس بات کے قائل خود جناب "حق گو" ہیں کہ یہود کے ہاں کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن کے روزے سالانہ ہیں، اور وہ روزہ کی رات اپنی بیویوں سے مباشرت نہیں کیا کرتے تھے، لیکن انھیں کے بقول، قرآن کے روزوں کے دن تین ہیں، دس ہیں، اور روزہ میں رات کو مباشرت جائز ہے، پھر قرآن کریم میں مذکور ہے، کہ یہودیوں کے ہاں روزہ میں بولا بھی نہیں کرتے تھے، حالانکہ قرآن نے صرف کھانے پینے اور مباشرت سے منع فرمایا ہے، اس قسم کی اور بہتیری مثالیں موجود ہیں، سو واضح ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ کے اسلام اور قرآن کے اسلام میں فروع کا اختلاف موجود ہے، دوسری طرف وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ قرآن کے احکام مجمل ہوا کرتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ ایک مجمل قرآنی حکم کی صراحت کہاں سے لیجائے، ظاہر ہے کہ حدیث سے ہو حدیث میں، جہاں تک اس حکم کی فروع کا تعلق ہو گا قرآن ان کی تائید و تردید میں کچھ نہیں کہے گا، کیونکہ اگر اس میں فروع موجود ہوتیں تو مزید صراحت کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی، اور اس کے لئے رسول اکرم صلعم کی زندگی کو اسوۂ حسنہ کیوں قرار دیا جاتا، نیز جہاں یہ بھی ہو گا کہ یہ فروع یہود و نصاریٰ کے مسائل فرعی سے اختلاف رکھیں، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ باتیں ان کے جزئی مسائل کے مطابق بھی ہوں، تو اس صورت میں اسے جرم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ یا یہ کہ اگر قرآن کے مجمل الفاظ یہود کے نوشتوں کے ہم معنی ہیں، اور ان کی تفصیل حدیث میں یہود کی تفصیل سے مختلف ہے تو حدیث نے جو معنی قرآن کے لئے ہیں وہ صحیح نہیں، یہ بھی کیوں ضروری ہو گا؟

ارشاد ہے: "میں تو یہود و نصاریٰ کے مذاہب کو خود ایسی ہی مسخ شدہ صورت سمجھتا ہوں جیسی اہل فقہ و حدیث کے اسلام کی"

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: "میری ذاتی رائے ہے، اور اس کو مدِ نظر رکھکر میں حدیث کا مطالعہ کروں گا کہ درحقیقت رمضان کے روزے آخری دس دن کے روزے ہیں، اور اس نتیجے پر پہنچنے کے لئے میرے دلائل حسب ذیل ہیں......"

حدیث کا قصور یہ ہے کہ اس نے قرآن کے مجمل احکام کی صراحت فرما دی، اہل فقہ اس لئے قابلِ دار ہیں کہ انھوں نے قرآنی احکام اور صراحت احادیث کو سامنے رکھکر جزئیات سے بحث کی اور قوانین و تعزیرات کے مفصل مسائل مدوّن کر دیئے، بجا اور درست یعنی رسول صلعم کی اگر ذاتی رائے بحیثیت رسول کے پیش کیجائے تو اسلام یہود و نصاریٰ کا مسخ شدہ مذہب ہو جائے، متبعین رسول صلعم نے اگر خدا اور اس کے رسول صلعم کے احکام کو پیش نظر رکھکر ان سے کسی مزید جزئی مسئلہ کا نتیجہ اخذ کیا ہو تو وہ مشتبہ یہود و نصاریٰ قرار دیئے جائیں لیکن اگر آج ایک صاحب محض اس سرزمین سے پھر آنے کے بعد جسے ایسی ایسی برگزیدہ ہستیاں پیدا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہو، رسول اللہ صلعم کی احادیث کے خلاف، فقہا و محدثین کے عمل کے خلاف، تمام امت کے متفقہ فیصلہ اور عمل متواتر کے خلاف اور ایک ایسے مسئلہ کے خلاف جسمیں آج تک کسی کو شبہہ تک نہ ہوا ہو اپنی ذاتی رائے پیش کریں، اس ذاتی رائے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے احادیث کا مطالعہ کریں، اور قرآن سے محض ایسے دلائل استنباط کریں جو ان کی اس ذاتی رائے کے مؤید ہوں، تو یہ صاحب "حق گو" نام پائیں، اور دعویٰ کریں کہ بس یہی ایک رائے ہے جو صحیح ہو سکتی ہے، اس لئے قوم انھیں مجدد اور پتہ نہیں کیا کیا جانے، ع

بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

اس کے بعد آیتِ صیام میں سے دو مثالیں ایسی پیش کی ہیں جنمیں بقول ان کے قرآن اور یہود کے نوشتوں میں تطابق ہے، اور حدیث کی صراحت اس کے خلاف ہے، پہلی مثال میں تحریر ہے، "یہود میں افطار کا وقت رات کا ہوتا تھا جبکہ آسمان پر ستارے نکل آتے تھے اور روزہ اس وقت سے رکھا جاتا تھا، جبکہ وہ سفید تاگے کو سیاہ تاگے سے پہچان لیتے تھے، قرآن کے الفاظ بالکل صاف ہیں جو اس طریقہ کی تائید کرتے ہیں،

ثم اتموا الصیام الی اللیل — پھر رات تک روزہ پورا کرو،

وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر، — اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ کالا تاگا سفید تاگے سے صبح کے سبب دکھلائی دینے پڑے"

ان آیات کی بنا پر اہل تسنن پر دو اعتراض وارد کئے ہین یعنی (۱) وہ شام کو روزہ افطار کر لیتے ہین اور (۲) وہ کالا تاگہ اور سفید تاگہ سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی لیتے ہین،

چونکہ یہ مسئلہ شیعہ اور سنی مین شروع سے متنازعہ فیہ چلا آتا ہے اور اس پر جانبین سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور امین حق گو صاحب نے کوئی نئی تحقیق اپنے علم و عرفان کی روشنی مین پیدا نہین کی ہے، اس لیے اُس کے متعلق کوئی نئی کاوش تحصیل حاصل ہے، البتہ ایک انوکھا استدلال جو حدیث کے رد مین لایا گیا ہے، وہ ذرا در خور اعتنا ہے، آپ نے عدی بن حاتم کی ایک روایت مسلم سے نقل کی ہے جسمین لکھا ہے کہ وہ اونٹ باندھنے کے سیاہ اور سفید رسّے اپنے تکیہ کے نیچے رکھتے اور صبح کے وقت جب تک ان مین تمیز نہ ہو سکتی کھاتے پیتے اور رسول اکرم صلعم نے انھین اس سے منع فرمایا اور کہا کہ اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے، یہ روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد ہے:-

"کیا یہ حدیث قرآن کی تائید واقعی کر رہی ہے، مین نے آج تک کبھی آسمان پر سفید و سیاہ دھاری بنتے نہین دیکھی اور اگر بنتی ہوگی تو عرب کے آسمان کے لیے مخصوص ہوگی، وہان کی فضا خشکی آب و ہوا کی وجہ سے نہایت صاف شفاف ہوتی ہے، مگر جن ممالک مین صبح کے وقت کہرا پڑتا ہے، اور آسمان کو کوئی آٹھ بجے دن تک نہین دیکھ سکتا وہان اُسپر کیسے عمل ہو سکتا ہے، مین نے اکثر ممالک کی سیاحت کی ہے، عراق و عجم مین بھی صبح کے وقت یہ خطوط نظر نہین آتے، اب بتائیے کہ اگر قرآن کا یہ مطلب ہے تو بالکل فضول بات کہی گئی ہے، اور یا پھر اس سے یہ مراد لیجائے کہ جب خوب دھوپ نکل آئے اور کہرا غائب ہو جائے، اسوقت تک آدمی کھائے پیئے، مگر قرآن کسی عجمی کی بنائی ہوئی حدیث نہین ہے، اس نے وہی طریقہ روزے کے شروع کرنے کا بتایا ہے، جو یہود کو بتایا تھا، اور اس زمانے مین بجائے اس کے ہمارے لیے گھڑیال ہے، جو وہی سفید و سیاہ تاگے کے معنی پورے کر رہا ہے، سمجھ مین نہین آتا کہ قرآن کی عبارت مین کیا پیچ ہے جو اس کی اس طرح تاویل کی گئی، اسی طرح قرآن کے بہت سے الفاظ ہین جنکی لغو تاویل کی گئی ہے"

لفظوں کے اس گورکھ دھندے کو دیکھئے اور غور کیجئے کہ اس سے بڑھکر پریشانی خیالات، تضاد معانی اور انوکھے طرز استدلال کی اور کوئی مثال پیش کیجا سکتی ہے، اعتراض ہے کہ

(۱) مین نے کبھی آسمان پر سفید و سیاہ دھاری بنتے نہین دیکھی،

(۲) اگر ہوگی تو عرب مین ہوگی لیکن جن ممالک مین کہرا پڑتا ہے، اور آٹھ بجے دن تک آسمان کو کوئی نہین دیکھ سکتا، وہان اسپر کیسے کوئی عمل کر سکتا ہے،

پہلے کا جواب تو سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دوسرے کے متعلق صرف اس قدر عرض ہے کہ جن ممالک مین کہرا اتنے زور سے پڑتا ہے کہ آٹھ بجے دن تک رات کی سی سیاہی رہتی ہے، یا وہ ممالک جہان چھ چھ مہینے تک رات ہی رات ہوتی ہے، وہان کالے تاگے سے سفید تاگہ کس طرح متمیز کیا جائیگا، اگر اس کے لئے آج آپ کے پاس گھڑیال موجود ہین جو وہی سفید و سیاہ تاگے کے معنی پورے کر رہے ہین، تو کیا وہی گھڑیال صبح کی سفید و سیاہ دھاری کے لئے استعمال نہین کئے جا سکتے، اپنے اوپر اعتراض وارد ہو تو اس کے دفع کرنے کے لئے گھڑیال موجود ہے، لیکن پتہ نہین اتنا بڑا گھڑیال دوسرون پر اعتراض کرتے وقت کہان غائب ہو گیا،

اللہ اکبر! یہ وہ لوگ ہین جنکا دعوی ہے کہ قرآن جیسا انھون نے سمجھا ہے، اور کسی کی سمجھ مین نہین آیا، یہ وہ روشنخیال حضرات ہین جو سیدھے سادے مسلمانون پر محض اس جرم کی پاداش مین آوازے کستے ہین، پھبتیان اڑاتے ہین، مورد طعن و تشنیع ٹھہراتے ہین، قابل دار قرار دیتے ہین، کہ وہ قرآن کے وہ معنی کیون لیتے ہین جو اس کے الفاظ سے ظاہر ہین، نعیم جنت، عقوبات جہنم، حیات بعد الممات، حشر، برزخ، قبر، صفات باری تعالی، عرش، کرسی، لوح و قلم، جن، شیاطین، ملائکہ، دابۃ الارض وغیرہ پر اس طرح کیون ایمان رکھتے ہین، جس طرح قرآن کے الفاظ سے بلا تاویل مترشح ہے، اور ان کی طرح قرآن کی دور از کار تاویلات کیون

نہین کرتے، یہی لوگ ایک حدیث کو محض اس لئے "قرآن کی لغو تاویل" قرار دیتے ہین کہ اس نے قرآنی الفاظ کا ایسا مفہوم کیون لیا ہی جو یہود کے طریق سے مخالف ہے، حالانکہ وہ مفہوم کوئی بعید از عقل و شعور لاطائل تاویل نہین، بلکہ لغت کے مطابق، عربی لٹریچر کے مطابق اور خود عقل انسانی کے مطابق ہی، لیکن شکایت تو یہ ہے کہ یہ مفہوم یہود کے مخالف کیون ہی، قرآن نے کس قدر صحیح فرمایا ہے کہ "اگر ان کا بس چلے تو تمھین تمھارے دین سے پھرا کے چھوڑین"

آیئے اب ذرا خیط الابیض اور خیط الاسود پر لغوی حیثیت سے غور کرین، چونکہ ہمارے روشن خیال حضرات اس وقت تک کسی چیز کو ماننے کے لئے تیار نہین ہوتے، جب تک اس کی تائید مین مغربی سند نہ لائی جائے، اس لئے ہم مشرقی علماء کا حوالہ ہی نہین دیتے انھین کے مسلم محققین کی تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہین، انگریزی زبان مین (LANES LEXICON) ایک نہایت مستند عربی لغت ہی، اور مغربی محققین مین اس تصنیف کو خاص امتیازی رتبہ حاصل ہی، اس مین لفظ "خیط" کے تحت ایک مفصل بیان تحریر ہے جس کے ضروری حصص کا ترجمہ حسب ذیل ہی:-

"خیط اس کے معنی تاگہ کے ہین، لیکن عربی زبان مین اور بھی بہت سے معنون مین استعمال ہوتا ہی مثلاً "خیط الصبح" صبح کی اولین روشنی کو کہتے ہین، قرآن مین (پارہ دوم آیت ۱۸۰) جہان خیط الاسود و خیط الابیض آیا ہے، اس کے معنی صبح کاذب اور صبح صادق کے ہین، یعنی صبح صادق کی وہ روشنی جسے مستطیر کہتے ہین، اور صبح کاذب کی رات کی سیاہی جسے مستطیل کہتے ہین، یا یون سمجھو کہ "رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی" (THE WHITENESS OF DAY & THE BLACKNESS OF NIGHT)

اسی طرح "تبین الخیط من الخیط" کے معنی ہونگے "رات دن سے متمیز ہو گئی"

قارئین کرام نے یہ دیکھ لیا ہو گا کہ اس مغربی محقق کی عبارت جو خطوط وحدانی مین درج کی گئی ہے اور اس کا ترجمہ جو خطوط کشیدہ ہے، بعینہ لفظاً لفظاً وہی ہی جو حدیث کے الفاظ ہین، یعنی حضور صلعم نے

فرمایا تھا کہ اس سے مراد کالے اور سفید تاگے نہین، بلکہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہی،

لیکن ہمارے "حق گو" ہین کہ اس تاویل کو "لغو تاویل" قرار دیتے ہین، اللہ کی شان جس "تاویل" کو دشمن تک صحیح تسلیم کرے، اسے رسول صلعم کے اتباع کا دعویدار لغو قرار دے،

چونکہ اسی آیت مین من الفجر بھی آتا ہی، اسی (LEXICON) مین فجر کے معنی بھی دیکھ لیجئے تحریر ہے:۔

"فجر..... دو قسم کی ہوتی ہی ایک فجر کاذب، وہ جو پہلوؤن کے جانب پھیلنے کے بغیر نمودار ہوتی ہی، اور سیاہ ہوتی ہے، گویا افق پر ایک (OBSTACLE) سا ہوتا ہی، دوسری فجر صادق ہی یعنی جو نمودار ہوتی ہی اور پھیلتی ہے، اور افق کو اپنی "سفیدی" سے بھر دیتی ہی، اسے عمود الصبح بھی کہتے ہین، اور یہ فجر کاذب کے بعد طلوع ہوتی ہی، اس کے طلوع ہونے سے دن شروع ہو جاتا ہے، اور ہر وہ چیز جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی، روزہ دار کے لئے ممنوع ہو جاتی ہی"

اس کے بعد ایک دعویٰ "لیل" کے متعلق بھی ہے، ارشاد ہے کہ "جسے ذرا بھی عربی آتی ہی وہ جانتا ہے کہ "لیل" اس وقت کو کہتے ہین جب کہ آسمان پر اچھی طرح سے ستارے نکل آئین" اس لئے ثم اتموا الصیام الی اللیل کی رو سے مغرب کے وقت روزہ افطار کرنا ناجائز ہی،

ہم نے تو چونکہ عراق و عجم کی سیاحت نہین کی، اس لئے عربی دانی کا دعویٰ ہی غلط ہی (اگر اس بات کا علم ہوتا کہ وہان سے پھر آنا بھی سند مین داخل ہو جائیگا تو لڑائی کے دنون سرکار کے خرچ پر ہم بھی سیاحت کر آتے لیکن اب تو سنتے ہین دنیا مین لڑائیان ہی نہ ہونگی، لہذا اب بصرہ، بغداد کیسے جانا ہو گا) لیکن آیئے تو کسی ایسے عربی دان سے دریافت کرین، جسے عراق و عجم والے بھی اپنی سند مانتے ہین، ملاحظہ فرمایئے، قاموس مین لکھا ہے:-

اللیل واللیلات من مغرب الشمس الی طلوع الفجر الصادق یعنی "لیل" (رات) سورج غروب ہونے سے صبح صادق تک کا نام ہے

یہ تو ہمین علم نہین کہ صاحب قاموس کو ذرا عربی آتی تھی یا نہین، بہرنوع جو صاحب ان کی عربی دانی کے قائل ہین وہ خود نتیجہ نکال لین کہ عربی ہمارے حق گو صاحب ہی کے حصہ مین آئی ہو، یا کوئی اور بھی دنیا مین عربی جانتا ہے،

کس قدر دیدہ دلیری ہے کہ انگریزی خوان حلقہ کے سامنے ایسے ایسے بلند آہنگ دعاوی پیش کر کے ان کی عربی سے ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے، لیکن حق گو صاحب کو علم ہونا چاہئے کہ آخر حق حق ہی ہے، اور باطل، باطل، وان الباطل کان زھوقا،

اس کے بعد وہ دوسری مثال پیش کی ہے، جسمین یہود کے نوشتون اور حدیث مین اختلاف ہو، یہ ایام صیام کی مثال ہو، اور یہی وہ موضوع ہے جس پر مضمون زیر بحث مین شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے، پہلے ایام صیام کے متعلق آیت قرآنی درج ہے:۔

یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام...... ایاماً معدودات

سالانہ اور اس مین "ایاما معدودات" پر صرف کیا گیا ہو، ارشاد ہے کہ "ایاما" بروزن افعال جمع ہو یوم کی اور یہ جمع قلت ہو، یعنی وہ جمع تعداد مین دہائی سے نہ بڑھے،...... لیکن جب "ایاما معدودات" ہو تو وہ پھر کسی طرح ۳ سے کم اور ۹ سے زیادہ پر بولا ہی نہین جا سکتا" دوسری جگہ لکھا ہو "یہ قطعی ثابت ہے کہ یہود مین کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ ۳ دن کے روزے سالانہ تھے" لہذا صغری و کبری قائم کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن سے یہود کے مطابق تین دن کے روزے ثابت ہین،

"ایاما معدودات" کے معنی تین دن لینے کے لئے حسب ذیل قرآنی اسناد پیش کی ہین،

(۱) یہود کا بڑا عقیدہ تھا کہ ان کی قوم تین دن سے زیادہ دوزخ مین نہ رہیگی، اس لئے قرآن مین آیا ہو قالو لن تمسنا النار الا ایاما معدودات،

(۲) دوسری جگہ قرآن مین ہو "واذکروا اللہ فی ایام معدودات جن سے تین دن تشریق کے مراد ہین،

آئیے پہلے ہم ایام کے متعلق تحقیق کرین،

ایام، اس مین شبہہ نہین کہ ایام، افعال کے وزن پر ہے، جو جمع قلت ہو، اور جمع قلت عام طور پر تین سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہو، اور دس سے زیادہ کے لئے جمع کثرت آتی ہو، لیکن یہ قاعدہ گرامر والون کے نزدیک اس قدر سخت نہین کہ اس کے خلاف ہو ہی نہین سکتا" اکثر اوقات جمع قلت کی جگہ کثرت اور کثرت کی جگہ قلت استعمال ہوتی ہے، یہ دعوی بلا دلیل نہین، اور نہ کسی عراقی خانسامان سے سنا سنایا مسئلہ ہے، اس کے لئے اسناد موجود ہین دو ایک ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) شرح ملا جامی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے اس مین جمع قلت و کثرت کی تعریف اور اوزان کی تصریح کے بعد لکھا ہو:۔

وقد یستعار احدھما للآخر مع وجود ذالک الآخر

یعنی جمع قلت جمع کثرت کی جگہ اور کثرت، قلت کی جگہ بھی استعمال ہوتی ہو خواہ اس جمع کے لئے لفظ موجود ہی ہو، مثال کے طور پر لکھا ہو کہ قرآن مین ثلثۃ قروء آیا ہے حالانکہ قروء جمع کثرت ہو اور ثلثہ کے ساتھ جمع قلت آنا چاہئے تھا، اور جمع قلت کے لئے اقرء کا لفظ موجود ہو،

(۲) اسی طرح ضریری جو گرامر والون کے نزدیک معتبر کتاب ہو اس مین جمع قلت کے اوزان کی تشریح اور استعمال کے بعد تحریر ہو:۔

فھذہ اما یرید من الثلثۃ الی العشرۃ، ربما یکون الکثر من ذالک،

یعنی جمع قلت تین سے دس تک استعمال ہوتی ہو لیکن اس سے زیادہ کے لئے بھی آتی ہے،

قرآن حکیم کے سرسری سے مطالعہ سے واضح ہو جائیگا کہ افعال کے وزن کی جمع اکثر استعمال ہوتی ہے اور ذرا تدبر اور غور سے یہ بھی عیان ہو جائیگا کہ اکثر و بیشتر جگہ جمع قلت، کثرت کے لئے استعمال ہوئی ہو جہان دس سے کم معنی لینے مین عبارت ہی مبہم ہو جاتی ہو، اور قواعد صرف کی رو سے چونکہ یہ جائز ہو اس لئے کسی کو

اس پر اعتراض کی گنجایش نہین (ان کو بھی نہین جو قرآن کو نعوذ باللہ خدا کا کلام نہ مانتے ہون) ایک دو مثالین عرض ہین،

(۱) ارشاد ہے "انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ (پ۷)"

انصاب افعال کے وزن پر جمع قلت ہی، اور یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ انصاب عرب کے ہان دس سے کم تھے،

(۲) وما للظلمین من انصار، اسی طرح نحن انصار اللہ

انصار بھی افعال کے وزن پر جمع قلت ہی لیکن اوپر کی مثالون مین ہرگز دہائی سے کم تک کے لئے محدود نہین،

(۳) ان فی ذالک لآیۃ لاولی الالباب، وما یذکر الا اولوا الالباب، ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار

ظاہر ہے کہ الباب اور ابصار، افعال کے وزن پر ہین اور ان سے مراد تمام دنیا کے صاحب عقل ہین، کہ دس سے کم فہمیدہ لوگ، قلت کے معنون مین تو اس کا استعمال مضحک ہو جائیگا،

(۴) ایک جگہ احبار و رہبان کے متعلق ارشاد ہی کہ لوگ انھین خدا بنا لیتے ہین، احبار افعال کے وزن پر جمع قلت ہی اور کوئی شخص نہین کہہ سکتا کہ احبار (پیر یا دری لوگ) دس سے کم ہوتے ہین، یا ہوتے تھے اسی طرح یتخذون اربابا من دون اللہ مین ارباب جمع قلت بروزن افعال ہی، اور لوگون کے بنائے ہوئے خداؤن کو دس تک محدود کر دینا عقل و فہم کیساتھ مذاق کرتا ہی، خود کعبہ مین تین سو ساٹھ خدا بنائے ہوئے موجود تھے،

وقس علی ہذا، ذرا غور سے سیکڑون مثالین مل جائینگی،

آپ حیران ہون گے کہ قرآن حکیم کی مثال ۴ ان آیات کے بالکل ساتھ لحق ہی جو حضرت "حق گو" نے اپنے مقالے کے اخیر مین درج فرمائی ہین، لیکن غشاوۃ البصر کا برا ہو کہ انصاب کثرت کے معنون مین استعمال ہوا اور انھین معلوم نہ ہو سکا، حیرت ہی کہ مقالہ نگار کو نہ صرف کی کتابون سے جمع قلت کا قاعدہ نظر آیا، نہ قرآن کریم کے استعمال سے اس کی سمجھ آئی، اور دعوی اس زور کا کر دیا کہ "وہ کسی طرح ۳ سے کم اور ۹ سے زیادہ پر بولا ہی نہین جاتا"

اب انصاف قارئین کے ہاتھ مین ہی، کہ ملا جامی یا صاحب ضربری کے معلومات پر بھروسہ کرین، یا حق گو صاحب

کے انکشاف پر قرآن کریم کی عبارت کو صرف کی رو سے صحیح قرار دین یا حق گو صاحب کے دعوائے بلند آہنگ کو،

ایک اور دعوی بھی ملاحظہ فرمایئے، ارشاد ہی "اگر اہل عرب سے ملنے کا اتفاق ہو تو تم کبھی کسی عرب کو ثلاثین ایام کہتے ہوئے نہ سنو گے، یا عشرین یا خمسین ایام یعنی ۳ سے ۹ تک تو یوم کی جمع ایام بول سکتے ہین اس کے آگے اہل نجد کو تو مین نے بولتے ہوئے نہین سنا۔۔۔"

حیران ہون کہ جس صاحب کے مبلغ علم کی وسعت کی یہ حالت ہو اسے کیا جواب دیا جائے، آجکل مدرسون مین غالباً ساتوین درجہ سے عربی پڑھانا شروع کرتے ہین، گرامر کی جو کتاب ان مبتدیون کے لئے نصاب مقرر ہوتی ہے، اس مین یہ قاعدہ درج ہی کہ دس کے بعد جب عدد کے ساتھ معدود آئے تو معدود ہمیشہ واحد آئیگا، جمع نہین بولا جائیگا، مثلاً اگر دس گھوڑے کہنا ہو گا تو عشرہ افراس آئیگا، لیکن گیارہ گھوڑے کے لئے احد عشر فرس آئیگا افراس نہین آئیگا، اب فرمایئے کہ اہل عرب ثلاثین، عشرین یا خمسین کے ساتھ ایام کیسے بول سکتے ہین، وہ اہل زبان ہین، قاعدے سے واقف ہین (سوائے دہقانی لوگون کے جن کی زبان پوربی اردو یا گورہ شاہی انگریزی ہوتی ہے)، وہ محض عراق و عجم کی سیاحت ہی سے عربی نہین سیکھتے اور مقالہ نگار صاحب لے سند مین پیش کرتے ہین کہ دیکھو جمع قلت دس سے زیادہ پر بولی نہین جاتی، اتنا بھی پتہ نہین کہ عدد کیساتھ معدود جب آئے تو قاعدہ مختلف ہو جاتا ہے،

لیجئے یہ ہے، اصلیت اس زبردست دلیل کی جس کی بنا پر دعوی تھا کہ رسول اللہ صلعم کے وقت سے آج تک مسلمان قرآنی حکم کو غلط سمجھتے چلے آئے ہین، اور اگر صحیح قرآن کسی کی سمجھ مین آیا ہے، تو وہ "حق گو" صاحب ہین،

یہود دوزخ مین کے دن رہینگے؟

پھر دعوی ہی کہ یہود کا پرانا عقیدہ تھا کہ ان کی قوم تین دن سے زیادہ دوزخ مین نہ رہیگی، اس لئے قرآن نے ایام معدودات کہا، پتہ نہین اس دعوی کی دلیل ان کے پاس کون سی ہے، حالانکہ سیل (SALE) مشہور مترجم قرآن کا بیان ہی "یہود کا یہ مسلم عقیدہ ہی کہ کوئی شخص خواہ وہ کس قدر گنہگار کیون نہ ہو، گیارہ مہینے، یا زیادہ سے زیادہ ایک سال سے زیادہ دوزخ مین نہین رہیگا"

جب یہ ثابت ہی کہ ایام معدودات کے معنی گنے ہوئے دن ہین یعنی یون ہی بلا حساب نہین بلکہ شمار کردہ، تو

ایام تشریق والی آیت میں ایام معدودات کے استعمال سے یہ کلیہ کیسے قایم ہوگیا کہ جہاں بھی یہ لفظ آئیگا اس کے

معنی تین دن ہونگے، کھینچ تان کی بالآخر کوئی تو حد ہونی چاہئے، نہ یہ کہ، ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

پھر ارشاد ہے، "قرآن سے جو لوگ (۳۰ روزے) کی سند پیش کرتے ہیں، انکا عروۃ الوثقی یہ آیت ہے،

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ...... رمضان کا مہینہ جسمین قرآن نازل کیا گیا ہے ....

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ، تو تم میں سے جو شخص اس میں موجود ہو تو چاہئے کہ روزے رکھے،

اگر رمضان کے پورے مہینے کا حکم اس آیت میں ہوتا تو یقیناً اس آیت کے بالکل بعد ومن کان مریضاً او علی سفر

فعدۃ من ایام اخر میں ایام کا لفظ نہ بولا جاتا بلکہ "شھر آخر" بولا جاتا، کیونکہ رمضان کے مہینے ہی میں رمضان کی قضا

کبھی رکھی نہیں جاتی"

دیکھئے کس قدر زبردست دلیل لائے ہیں، عقل حیران ہے، کہ جو شخص طرز بیان کے اس قدر عام انداز سے بھی

واقف نہ ہو اسے کوئی کیا سمجھائے ؎

کسے بتائے کوئی خونِ آرزو کیا ہے، انھیں یہ ضد ہے کہ دیکھیں گے رنگ دلبر کیا ہے

یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ یہ واقعہ شاذ ہے کہ کوئی سارا مہینہ بیمار پڑا رہے، یا مہینہ بھر سفر میں رہے، لیکن یہ

بالکل عام ہے کہ کوئی ایک آدھ دن کے لئے بیمار ہو گیا، دو چار دس دن کے لئے سفر میں چلا گیا، لہذا آیت قرآنی

میں حکم ہے کہ جو مریض ہو جائے یا سفر میں چلا جائے تو دوسرے دنوں گنتی پوری کر لیا کرے، چونکہ یہ واقعہ کا عمومی

پہلو تھا، اس لئے اسے اختیار کیا گیا، ورنہ کسی دوسرے مہینے میں گنتی پوری کرنے" اور "دوسرے دنوں گنتی پوری

کرنے میں میں تو کوئی تنا بڑا فرق نہیں معلوم ہوتا، کہ محض ایام اُخر تیس دن کے روزوں کی تردید میں بطور

برہان قاطع پیش کیا جاسکے،

اس کے بعد ایک بالکل مبہم سی عبارت سے یہ نتیجہ استنباط کیا ہے، کہ

"اب ساری بحث دو تنقیحوں پر منحصر رہجاتی ہے، (۱) آیا قرآن کا پہلا حکم قرآن یا حدیث سے منسوخ ہے، اور

(۲) آیا حدیث سے تیس دن کے روزے ثابت ہیں"

نمبر ا کے لئے ارشاد ہے کہ "چونکہ ایاما معدودات سے صرف تین ہی دن کے روزے ثابت ہیں اسلئے اگر

شھر رمضان والی آیت سے تیس دن کے روزے مراد لیے جائیں تو پہلا حکم منسوخ ہوجاتا ہے، (یعنی خود ہی ایک کلیہ

قایم کر دیا اور خود ہی اس سے نتیجہ اخذ کر لیا لیکن اس نتیجہ کا ذمہ دار فریق ثانی کو قرار دیا اور پھر ناسخ منسوخ پر ایک طویل

بحث کر کے ایک فتوی صادر کر دیا کہ "میرے خیال میں اس عقیدہ کا رکھنے والا اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا کوئی حق

نہیں رکھ سکتا، اور یہود و نصاریٰ کا ہمنوا، اور قرآن کا دشمن ہے،" یہ لیجئے بیک جنبش قلم مسلمانوں

کے ایک گروہِ عظیم کو حساب کتاب سے بری کر دیا، کس قدر احسان ہے، امت مرحوم

پر ؎

ہوئے تم دوست جس کے اس کا دشمن آسمان کیوں ہو

چونکہ ناسخ منسوخ کا مسئلہ بھی ایک عام مسئلہ ہے اس لئے اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، مخالف موافق

بہت کچھ مواد موجود ہے، اور خاص کر آیات محولہ بالا تو چونکہ ہمارے نزدیک قطعاً ناسخ و منسوخ نہیں، بلکہ اسی ایام

معدودات کے اجمال کی تفصیل شھر رمضان والی آیت میں موجود ہے اس لئے ناسخ و منسوخ کے تحت اس پر بحث کرنا عبث ہے

اس کے بعد ایک نہایت مزیدار قلابازی ہے، اور آپ حیران رہجائینگے کہ کیا ایک ہی مضمون میں ایک ہی حق گو

ایسا پلٹا لے سکتا ہے، لیکن جب "حق گو" کی خصوصیت ہی یہ ہو تو اس کا کیا علاج، مشکل یہ آن پڑی کہ اس کے بعد فاضل

مقالہ نگار کو ان آیات سے واسطہ پڑ گیا جنمیں روزے کی راتوں کو رفث الی النساء کے جواز کا حکم دیا گیا ہے، تین دن

کے روزے ماننے سے قدرتی طور پر ایک سوال ہر ایک کے دل میں پیدا ہوتا ہے، یہی سوال ان کے دل میں پیدا ہوا

اب وہ سوال اور اس کا جواب خود انھیں کے الفاظ میں سن لیجئے، ارشاد ہے:-

"دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی روزے تین ہی دن کے تھے، تو اس قدر کم تھے کہ اس قسم کی کوئی

نہ پیدا ہو سکتی تھی (یعنی رات کو عورتون سے مباشرت کی) اس لئے یہ بھی قرین قیاس نہین کہ روزے واقعی تین دن کے تھے یہ اعتراض وزنی ہے اور مین اس اعتراض کو تسلیم کرتا ہون، میری ذاتی رائے ہے اور اس کو مد نظر رکھکر مین حدیث کا مطالعہ کرونگا کہ درحقیقت رمضان کے روزے آخری دس دن کے روزے ہین، اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے میرے دلائل یہ ہین،......" (خط ہم نے کھینچا ہی)

لیجئے صاحب! دلائل وبراہین کی وہ فلک بوس عمارت جو یہودیون کے تتبع مین تین دن کے روزے ثابت کرنے مین اس قدر محنت ومشقت سے محکم بنیادون پر استوار کی تھی اور جس کے لئے اگر حدیث کو لغو تاویل قرار دینے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والون کو ناسخ منسوخ کا قائل قرار دیکر دائرہ اسلام سے خارج کردینے کی ضرورت بھی پڑی تھی تو بلا دریغ یہ کردیا تھا، ایک اپنے ہی وارد کردہ اعتراض کے سامنے یون دھڑام سے گر پڑی کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہا، آپ اسے کچھ ہی قرار دے لیجئے، لیکن ہمارے نزدیک تو انکی حالت نہایت قابل رحم ہے، ع یون خاک مین ملتے ہوئے ارمان نہین دیکھا،

اب مختصر طور پر وہ دلائل بھی ملاحظہ فرمایئے جنکی بنیاد پر وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہین،

(۱) عام طور سے اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ مین کیا جاتا ہی اور بالکل قرین قیاس ہی کہ اعتکاف اور روزے ساتھ ساتھ ہوتے تھے یعنی جس طرح حج اور عمرہ دو چیزون سے مل کر حج پورا ہوتا ہی، اور اس مین اختیار ہے خواہ حج پورا کرے خواہ عمرہ، اور اس کے بھی دس ہی روز ہین، اسی طرح رمضان مین اعتکاف اور روزہ ساتھ ساتھ نو دس روز ہوتے تھے......"

(۲) "یہودیون مین قاعدہ تھا کہ وہ روزہ جس دن کی یاد مین رکھتے تھے وہ ان کی عید کا دن ہوتا تھا اور اس کی خوشی منانے کے لئے ان سے تین چار دن قبل سے روزہ رکھتے تھے...... روزہ چونکہ نزول قرآن کی یاد مین ہے، اور اس قدر مسلّم ہے کہ لیلۃ القدر جس مین قرآن نازل ہونا شروع ہوا، رمضان کے آخر عشرہ مین ہے، اس لئے بہتر یہی تھا کہ ۲۱ رمضان سے روزہ شروع کیا جائے،

(۳) مسلمانون مین چار فرائض ہین صلوٰۃ و زکوٰۃ روزانہ، اور حج و روزہ سالانہ،...... حج مین سالانہ فرائض کے دس دن مقرر ہین،...... اسی طرح رمضان کے روزے اور اعتکاف کے دس دن ہین،......"

(۴) ایام معدودات کا اشارہ کررہا ہے کہ روزے دس دن سے زیادہ نہین،........"

نمبر ۱ کے متعلق کچھ عرض کرنا بے سود ہی، اس لئے کہ اس کی بنیاد صرف قیاس پر ہے، ایسے قیاس کا جواب کوئی کیا دے کہان حج کہان روزہ، اتنا ضرور قابلِ غور ہے کہ اگر اہلِ فقہ کچھ قیاس پر مسائل منطبق کرین تو انکا اسلام یہود و نصاریٰ کا مسخ شدہ اسلام ہو جائے، اور اگر یہ قیاس کرین تو دلیل تام پائے،

نمبر ۲ اس لئے قابل غور ہے کہ خود ہی لکھا ہے، "یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہود مین کم از کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن کے روزے تھے" اور اس دلیل کی رو سے یہود سے روزے چار یا پانچ بنتے ہین "حق گو" صاحب ہی فرمائین کہ کونسا قول صحیح ہے، پھر یہود تو تین چار دن قبل سے روزہ رکھتے تھے، پتہ نہین مسلمانون کو آٹھ نو دن قبل کا ارشاد کہان سے اور کیون آگیا، اس "قطعی ثابت" کے دعویٰ کے متعلق بھی ملاحظہ فرمایئے،

کسی دوسری جگہ فاضل مقالہ نگار نے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے ایک مضمون کو عیسائیون کے ایام صیام کی سند مین پیش کیا ہی، اس سے یہ ثابت ہے کہ ان کے نزدیک انسائیکلوپیڈیا مذکور کا بیان قابلِ قبول ہوتا ہے اسی انسائیکلوپیڈیا مین لکھا ہے۔

"مذہب یہود مین صرف ایک دن کا سالانہ روزہ (DAY OF ATONEMENT) کا ہے لیکن یہودی یروشلم کی تسخیر اور انہدام کی یاد مین تین اور بھی روزے رکھتے تھے، ان کے علاوہ پانچوان روزہ ایستھر کے تین روزون کی یاد مین اور بھی بڑھا لیا تھا، اپنی مرضی سے لوگ زیادہ روزے بھی رکھا کرتے تھے"،

معلوم نہین "کم از کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن" کے روزون کی قطعیت" اور اس بیان مین تضاد کس کی کوتاہی نظر کا نتیجہ ہے

نمبر ۳ بھی مہمل سی بات ہی، اگر تعین اوقات یا ایام کی یہی شرط تھی تو زکوٰۃ جسے روزانہ فرض قرار دیا گیا ہی

بھی نماز کی طرح کم از کم "حق گو" کے عقیدہ کے مطابق تین دفعہ دن میں نکالنی چاہئے،

نمبر ۴، البتہ خاص طور پر درخور اعتنا ہے، اس لئے کہ اس میں وہی "ایام معدودات" مذکور ہیں، جو اصل میں انکے دعویٰ کے بانی حق گو صاحب خود ہی فرما چکے ہیں" لیکن جب ایام معدودات ہیں تو پھر وہ کسی طرح ۳ سے کم ۹ سے زیادہ پر بولا ہی نہیں جاتا" جب ایام معدودات کسی طرح ۹ سے زیادہ پر بولا ہی نہیں جا سکتا، تو یہ کس طرح ثابت ہوا کہ روزے دس دن سے زیادہ نہیں" یہ دسواں دن کہاں سے آگیا، کیا یہ کاتب کی غلطی ہے؟ یا ان کے اپنے حافظہ کا قصور؟ ع

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیئے،

(باقی)

حضرت مولانا شاہ محمد اجمل قدس سرہٗ

از مولٰینا حافظ شاہ سید احمد صاحب المعروف بہ سید میان سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل

(۲)

آپ اپنے عہد میں اپنے فضل و کمال علم و عرفان کی نظیر نہیں رکھتے تھے، حق تعالیٰ نے مقبولیت عظیم عطا فرمائی تھی، ایک عالم تھا کہ آپ کے مرکز قطبیت کی طرف کشان کشان چلا آتا تھا اور آپ کی ارادت و عقیدت کے حلقہ میں داخل ہوتا تھا، اور آپ کا گرویدہ رہتا تھا جس میں شاہ و گدا، امیر و فقیر، خاص و عام کی کوئی قید نہ تھی، جیسا کہ گذر چکا ہے، شہنشاہ ہند ابو المظفر جلال الدین شاہ عالم کو آپ سے عقیدت خاص تھی اور آپ کے کمالات کا معترف اور قدردان تھا، چنانچہ اس نے آپ کی مدد معاش کے لئے بذریعہ فرمان مزید معافیان عطا کی تھیں، اس کے شقے اور نامجات آپ کے نام صادر ہوا کرتے تھے، حضرت مولٰینا غلام قطب الدین مصیب الہ آبادی جب حج کو جانے لگے تو شہنشاہ نے دہلی طلب فرمایا تھا اور ان سے ملاقات کے وقت آپ کے متعلق استفسار کیا تھا جس کو آپ نے نظم فرمایا ہے:-

"در عین حوادث زمانہ | شد داخل دہلی آن یگانہ،
چون شاہ شنید مقدم او | کرد از پے دیدن او تگ و دو
لیکن از خوف کافر دون | در قلعہ نشستہ بود محزون
در پیش طلب نمود ناچار | اکرام ز حد نمود بسیار
برخاست ز جا و پیش آمد | در لطف ز حد و بیش آمد،
حرفے کہ بگفت شاہ اول | پرسید کہ ہان کجاست اجمل
کو یک دم ازین جناب والا | ہرگز گاہے نگشتہ تنہا،

القصہ جناب شاہ بسیار   تا دیر زمن نمود تکرار"

آپ نے شاہ عالم کے ایک خط کے جواب میں ایک قطعہ لکھکر ارسال فرمایا تھا جسمین یون تمطرازین:

"سحر کہ بود طرب خیز طبع من ناگاہ   بمن رسید بعین سرور نامۂ شاہ

چنان زشادی و فرحت بخویش بالیدم   کہ بخت یاور من گشت و طالعم ہمراہ

چون نقد بہر نثارش نہ داشتم در کف   کشادہ دست نشستم تمام چشم براہ

کہ یک بیک بمن الہام غیب گشت کہ بگو   قصیدہ بہر ثنائے جناب شاہنشاہ

قلم گرفتہ بگفت مطلع دعا گفتم   کہ ہر دو مصرع این بردعای من وگواہ

شہا عدوئے تو بادا ہمیشہ حال تباہ   بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

کجاست چون تو شہا در جہان شہے دیگر   کجاست مثل جناب تو اے شہ جم جاہ

نظیر تو بجز از تو نہ دیدہ است کسے   عدیل ذات تو ہرگز نبافریدہ الاہ

بزند حاتم و من اندر تو بہرۂ فیض   سکندر و جم و خاقان است بندۂ درگاہ

بمفلسان زر و گوہر تو آن قدر دادی   کہ دست حرص بعہد تو شد شہا کوتاہ

شہا کجا بجناب تو تاب مداحی   مرا بود کہ نیم در شمار چون ہر گاہ،

تو آفتابی و من ذرہ شان چہ طاقت من   کہ دم زنیم بمدحت گری ظل اللہ

توجہ دل تو چون بہ بندہ مبذول است   بصدق دل بکنم زان دعائے تو یا شاہ

بود زجان و دل من دعا شہ کردن   زمن دعا و کند مستجاب کار آگاہ

بخدمت تو بود صبح و شام حاضر باش   چو فوج مور و ملخ کثرت امیر و سپاہ

بود بقبضۂ تو ملک ہند تا حد روم   دگر ز ملک نشاپور و بلخ و مرو ہراہ،

شہا فقیرم و کارم بجز دعا نبود،   چہ روز و ہم چہ شب و ہم چہ شام و ہم چہ پگاہ

بود ہمیشہ سلامت شہ جہان پرور   بود نصیب ہمہ آرزوے او دلخواہ

بچرخ تا کہ بود آفتاب نور افشان   بدہر تا کہ بود روشنی انجم و ماہ،

شہا تو حکم روا باشی و جہان باشد   وگر عدوئے تو گردد خراب حال تباہ"

نواب آصف الدولہ شاہ اودھ آپکے علم وفضل و عرفان کا قائل تھا، آپ کا قدردان تھا اور آپسے عقیدت اور ارتباط رکھتا تھا، اور جیسا کہ بتایا جاچکا نواب شجاع الدولہ کے انتقال کے بعدہی آپکی ضبط شدہ معافیان واگذاشت کردی تھین جب الہ آباد آیا اور قلعہ مین مقیم ہوا تو آپ کی زیارت کیلئے دائرہ مین حاضر ہوا، اس کی آمد اور شیخ کے روضہ کے پتھرون کا مشہور واقعہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:-

"........ وزیر اعظم دستور افہم آصف جاہ سلیمان بارگاہ نواب آصف الدولہ بہادر برائے دیدن من آمدند آوا ایکہ شاہان وزرا، و سلاطین با جماعۃ علما و فقرا است مودی نمودہ تا دیر حاضر خدمت بودہ رخصت شدند چون "مبارک منزل" والان قدیم خود را دیوان خانہ جدید ساختہ ام و خلوتے برائے خود بہ پاکیزگی تمام درست کردہ ام اتفاق باہم نشستن ہمانجا شد بہر جا بہ سو نقش و نگار والان دیدند و بجانب جق و پردہ و خشت نظر گردانیدند دران حال فقیر گفت کہ تکلف این مکان برائے شما است نہ برائے ما فقیر است، گذران خود بدالان جنوب و کہ سفالہ پوش است می شود مصداق این شعر جد کلانی علیہ الرحمۃ

با کاخ ہمچو کوخ کہ ہست از گل و کلوخ   خوش باشم و ہوائے مغرش می خورم،

بعد رخصت شدن از بیرون دروازہ خلوت استادہ شدہ سنگہائے افتادہ کہ زیر درگاہ آسمان جاہ حضرت جدی علیہ الرحمۃ بابت تیاری درگاہ دیدند درہائے دالان بہر جا بطرف روضہ مقدسہ کہ ناتیار است ملاحظہ کردند پیغام زبانی بیکے از خواصان خود ہماندم فرستادند کہ این سنگہا و این دالان ہا بمن بدہند، گفتہ فرستادم کہ حاضر اند لیکن مقدسہ درگاہ اولیاء اللہ است کسے را حکم شود کہ از خشت و

سنگ دیگر ہر طور یکہ بخاطر آید مقام اولیاء اللہ لا یموتون بل ینقلون من دار الی دار اختیار کرد

دہند و این سنگہا کہ پسند خاطر شدہ اند بار کردہ ببرند، در جواب آن از قلعہ مبارک الہ آباد گفتہ فرستاد و نذ بر

قرار در کار باشد نقد بگیرند و شل دالان نشست خود کہ خوب ساختہ اند این مقام را درست نمایند لیکن سنگہا

بدہند آخر از طلب سنگہا ازہیچو عزیز زبردست کہ ظاہر وزیر و باطن زیادہ از بادشاہ میتوان گفت خیلے

موجب خلجان خاطر شد و مزاج این وزیر شہرۂ آفاق است کہ ہر چہ بر زبانش آمد ہمان می کند کسی عذر ملکی

نمی تواند کرد و چنانچہ بسیاری از مقابر و درگاہ اہل اللہ را بہ بلدہ لکھنو مثل درگاہ حضرت حاجی الحرمین کہ

پیر شاہ مینا لکھنوی بودند خراب کردہ و داخل سنگین محل خود نمودہ و مساجد و بقاع اہل کمالان را بخاک

برابر ساختند و داخل عمارات خود نمودند خیال باین مزاج شرا امتزج حاکم عہد نمودہ تشویشے حاصل دل بیجا حاصل

شد کہ نمی توان تحریر کرد .... شہرت خاندان خود از شرق تا غرب رسیدہ و نام این گمنام

ہم کمتر بلدہ از بلاد خواہد بود کہ نرسیدہ باشد چرا کہ مسافرین عرب و عجم و ہند و فارس مرور و گذری کنند اگر

خدا نخواستہ این حرکت نابرکت زین امیر عظیم الشان بعمل آید باندک زمانہ بدینہ سکینہ و مکہ طیبہ زادہما اللہ تعالیٰ

شرفاً و تعظیماً خبری رسد چون اوقات دران روزہا ہیچ طرف مشغول نبود بوقت شبہا کہ چشم بخواب آشنائی

نمی کرد بے اختیار مصرعہا پے درپے بزبان میرسیدند ....

نمی دانم کہ کدام مصرعہ بایست در بارگاہ الٰہی حسن قبولیت یافتہ کہ سنگ درگاہ محفوظ ماند ....

دسنگہائے روضہ فوت کرد ......"

جن اشعار کا آپ نے حوالہ دیا ہے اُن میں سے چند یہ ہیں:-

اے حاملانِ عرشِ معلیٰ مدد کنید	اے عاکفانِ ملاءِ اعلےٰ مدد کنید
تا کے درین خرابۂ دنیا شوم خراب	اے ساکنانِ عالمِ بالا مدد کنید،

لہ معارف:- یہاں پر شاید کچھ سہو قلم ہے،

از بہر انتظام جہان خلق انبیا است	اے مرسلان برحق و مولیٰ مدد کنید،
شد خانقہ خراب و عمارات دل شکست	دلہائے پاک مجمعِ علیا مدد کنید،
اے در بلا و رنج گرفتار آمدہ،	از آہ سرد و سوزشِ دلہا مدد کنید،

مردانِ غیب بہر خداوندِ کارساز

بر بیکسئ اجملِ تنہا مدد کنید "

علامہ تفضل حسین خان کشمیری الملقب بخان علامہ جو اس عہد کے مشہور صاحب علم تھے آپ سے عقیدت خاص رکھتے تھے، اور فی مابین بیحد اخلاص و مودت تھی، خان علامہ کے انتقال پر آپ کو بیحد صدمہ ہوا، ایک قصیدۂ تاریخ بھی آپ نے تحریر فرمایا جو مفتاح التواریخ مصنفۂ طامس ولیم بیل میں شایع ہو چکا ہے، قصیدہ طویل اور زوردار ہے، اس میں ان کی دیرینہ دوستی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"............ ....

یار چل سالۂ من غمگین،	ہائے افسوس صد ہزار افسوس
گر بپرسند سالِ تاریخش	با سر حیف و غم بگو افسوس"

حضرت مولانا شیخ عبد العزیز دہلوی جو مشاہیر علما و فضلائے عصر میں سے تھے، آپ سے عقیدت و مودت رکھتے تھے اور غائبانہ فی مابین رسل و رسائل و خط و کتابت جاری رہتی تھی، چنانچہ انکا ایک خط حسب ذیل ہے:-

" فقیر ناچیز مسمی بعبد العزیز بعد از ابلاغ تحیات وافرہ و تعظیمات متکاثرہ بخدمت سراسر عزت سلالۃ اسلاف الکرام و نقادۃ الامجاد العظام جامع کمالات موروثی و مکتسبہ حاوی ملکات ملکی و انسی محمد الاسم و الاخلاق الملقب بما ینبئ عن اناقۃ جمالہ الظاہری و الباطنی علی کل الآفاق المستغنی بکمال ذاتہ و علو شانہ عن الاطالۃ فی بیان اوصافہ و الاطناب فی سرد القابہ بل الالقاب مطروحۃ دون سدۃ بابہ جبینا و مولانا و بالفضل و الکرم اولانا شاہ محمد اجمل محمدی سلمہ اللہ تعالیٰ ہادیاً لکل مہتدی و قدوۃ لکل مقتدی

وادام المجد بین بردیہ والکرم بین مسوبیہ میرساند کہ عطوفت نامہ کرمت شمامہ درود
مسعود بہجت آمود فرمود و ابواب مسرت و شادمانی بر روے این مخلص بے اشتباہ کشود جزاکم اللہ
خیرالجزاء "اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی" انچہ از محاوی و مطاوی آن رقیمہ صدق فہیمہ
مفہوم شد کہ ارتباط قدیم درمیان بزرگان این فقیر و خاندان عالی شان آن بے نظیر ذکاوت و استحکام
وارد واقعی است و فقیر بر آن مطلع است چنانچہ درا و اینکہ قدوۃ السالکین مولانا شاہ قطب الدین
صاحب مرحوم بارادۂ سفر مبارک درین بلدۂ خراب تشریف فرما شدہ بودند تجدید این عہود و تذکیر
آن عہود از طرفین باحسن وجوہ صورت گرفتہ بود اما نسبت بخدمت بارفعت سامی بجہت بعد مسافت
و قلت تردد سفرا و رسائل نکرشد، ظاہر پردہ معرفت باطن گردیدہ بود حالا ان کہ تنبیہے لطیف
ازان طرف بوقوع آمد بمنزلہ بدیہیات بلکہ اولیات باجمیع مقدمات بمبادی حضور تازہ بابہجت اندازہ
در دل پیدا کرد الحمد للہ علی ذالک،

تمت المودۃ آباء لنا سلفوا　　　فلن تبید و للآباء ابناء

امید از عنایت خلاق و کرم اخلاق آن برگزیدۂ آفاق آنکہ بعد ازین رشتہ گسستہ نشود و این بنار تازہ
کہنگی و اندراس نپذیرد، و از احوال تشتت اشتمال خود چہ نویسد کہ از عرصہ ہفت ہشت سال
قسمے گرفتار امراض گوناگون و عوارض بوقلمون و ضعف روز افزون گردیدہ کہ از اشتغال خیر تعطل محض
بود ادہ و اوقات در کمال اضطراب و تنغص افتادہ خصوصاً از عرصہ چہار و پنج ماہ کہ خلل بصیرت
علاوہ برآن نگردیدہ نہایت نقصان عظیم از مطالعہ خطوط و تحریر جواب آنہا ہم رسیدہ کتاب "تحفۂ
اثنا عشریہ" در جز فقیر بیش از یک نسخہ نبود و آن ہم بسبب دست مالی نقل نویسان بنہایت
فرسودہ و مضمحل گشتہ مردم کہ از کاتبان می نویسانند بقدر یازدہ و دوازدہ روپیہ در مزد قلم و کاغذ
صرف می شود و نسخہ مرتب می گردد بنا بر اطلاع عالی القلم آمدہ اگر نسخہ دیگر پیش فقیری بود در ارسال

آن یک لمحہ توقف نمی کرد زیادہ بجز اعادۂ تحیات و تعظیمات چہ برنگارد، والسلام"

مشاہیر علماء و فضلاء دور دراز کا سفر اختیار فرماتے، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف
ہوتے، مسائل کی تحقیق کرتے، اپنے شکوک رفع فرماتے، آپ سے دعاے خیر کے طالب ہوتے اور نیاز عقیدتمندی بجالاتے
علامہ احمد الیمنی الشروانی صاحب نفحۃ الیمن جو ایک فاضل اہل علم و ادیب تھے اور جنکی نگرانی و تہذیب میں
قاموس کی چاروں جلدیں غالباً پہلی دفعہ حلیۂ طبع سے کلکتہ میں آراستہ ہوئی تھیں محض آپ کی زیارت کی
خاطر الہ آباد تشریف لائے اور آپ کے مہمان ہوئے اور خوب صحبتیں رہیں، نیاز عقیدتمندی بجالائے اپنی تازہ
تصنیف قصیدہ بانت سعاد کی مطبوعہ شرح جو عربی میں ہے، آپ کی خدمت میں نذر کی اور اس پر ذیل
کی عبارت و اشعار اپنے قلم خاص سے تحریر فرمایا جس سے علامۂ موصوف کی ارادتمندی و کمال عقیدتمندی کا
اظہار ہوتا ہے :- اہدیت ہذا الکتاب الی حضرۃ علی الجناب شمس المعارف بحر نوادر اللطائف
بل قاموس العلوم امام جماعۃ المنثور والمنظوم بدیع المعانی العالم الربانی مولانا ومرشدنا
الشاہ اجمل المحمدی اعلی اللہ شانہ۔ آمین

الا یا طالب الکرم المسلسل،　　　توجہ نحو دار الشاہ اجمل
تجد کرمًا و عزًا و احترامًا　　　و فخرًا منہ فخر الدین یجمل
مناقب ذات اجملنا المعلی　　　لہا نور علی الدنیا تہلل،
فمن وافاہ وافی کل خیر　　　فحجّ یا صاحبی وبہ التوسل،
بنیل یوم المعاد مقام عز　　　وقل یا غوثنا یا من تسربل
بسربال الکمال ازل کربًا　　　والکدار ابادت من تحمل،
فانت الغوث یا شمس المعانی　　　علیک علیک فی العصر المعول

نمقہ العبد الحقیر الجانی احمد بن محمد بن علی الانصاری الیمنی الشروانی عفی اللہ عنہ حرر نہار الثامن

"عشر من شہر شعبان فی بلدۃ اللہ آباد سنہ ۱۲۳۳ھ"

بحر العلوم مولانا عبد العلی ارکاٹی ابن مولانا نظام الدین لکھنوی بھی آپ سے بیحد عقیدت رکھتے تھے، آپکی زیارت کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرکے الہ آباد تشریف لائے تھے، خوب صحبتین رہین، عرصہ تک آپ کے مہمان رہے، مدراس سے ان کے خطوط برابر آپ کے نام آیا کرتے تھے، مولانا مدن لکھنوی کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، وہ بھی الہ آباد تشریف لائے تھے اور آپ کے مہمان رہے اور الہ آباد کے مشایخ کبار کے سامنے آپ سے فن حدیث مین مصافحہ کیا، اور اپنے شکوک رفع فرمائے، بخاری کی حدیث ہرقل کے متعلق آپ سے تحقیق کی، فیمابین رسل و رسائل و خط و کتابت جاری رہی،

مولانا محمد اسمٰعیل شہید اور مولانا عبد الحئی دہلوی کو بھی آپ کی زیارت کا شوق ہوا، چنانچہ یہ لوگ الہ آباد تشریف لائے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے، راستہ مین مولانا اسمٰعیل نے مولانا عبد الحئی سے کہا کہ شاہ اجمل صاحب کی ولایت کے ہم قائل ہو جائین اگر وہ مجھے قند کا شربت پلائین، اور تم کو شکر کا، گرمیون کا زمانہ تھا آپ استراحت فرما رہے تھے، خادم کو آواز دی اور کہا کہ خانقاہ کا پھاٹک کھول دو، دو لڑکے مجھ سے ملنے آرہے ہین، خادم نے پھاٹک کھولا، تھوڑی دیر مین مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبد الحئی تشریف لائے، دونون کو آپ نے گلے سے لگالیا اور خانسامان سے کہا کہ شربت لاؤ، مگر دیکھنا ایک گلاس قند کا ہو اور دوسرا شکر کا، دونون لڑکے ہین، کسی تفریق کی ضرورت نہ تھی مگر کیا کرون ان کی خواہش یہی ہے، مولانا اسمٰعیل حیرت و استعجاب سے مولانا عبد الحئی کا منہ دیکھنے لگے، کچھ عرصہ قیام کے بعد یہ لوگ رخصت ہوئے، چلتے وقت آپ نے آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے اس کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا اسمٰعیل شہید ہوگئے،

میر انشاء اللہ خان انشا مشہور شاعر کو بھی آپ سے بیحد عقیدت تھی، حضرت انشا اپنے والد کے خلاف مذہب امامیہ رکھتے تھے اور ان کے وقت کے مجتہد مولوی دلدار علی کا فتوا بھی تھا کہ سنیون سے خط و کتابت جائز نہین، مگر ان کی عقیدت جس کا تعلق روح و قلب سے تھا آپ سے برابر قایم رہی، اپنے والد میر ماشاء اللہ خان مصدر

تخلص کے سابقہ تعلقات کی بنا پر آپ کو عمو کہا کرتے تھے، جب آپ لکھنو تشریف لے گئے تھے تو انشا نے آپ سے بارہا ملاقاتین بھی کی تھین اور رسل و رسائل خط و کتابت کا سلسلہ برابر قائم رکھا، مصحفی اور انشا کی چشمک کے سلسلہ مین جب وزیر الممالک نواب سعادت علی خان کی نظر مین حضرت انشا پر تنگی پڑنے لگین تو مجبوراً لکھنؤ چھوڑنا پڑا، اور حیدر آباد کی راہ اختیار کی، راستہ سے میر انشا نے آپ کو ایک خط لکھا جس مین اپنی پریشانی کا حال لکھا ہو اپنے معاملہ مین دعا کی درخواست کی تھی، اور کوئی دعا یا عمل بھی طلب کیا تھا، خط مین یہ شعر بھی لکھا تھا، ؎

یون ہین بے شغل ہمارا کوئی دل رہتا ہو ایک قاتل لسے ہر آن مین مل رہتا ہے،

آپ نے اس خط کے جواب مین بعض ادعیہ و اعمال ارسال فرمایا اور ان کے معاملہ کے متعلق انکو بشارت دی اور یہ شعر لکھکر روانہ فرمایا،؎

خوش باش دلت چرا خراشد "انشاء اللہ" خیر باشد،

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نواب سعادت علی خان نے میر انشا کو حیدر آباد سے طلب فرمایا، میر نے لکھنؤ پہنچکر آپ کو شکر گذاری کا خط لکھا، اور اپنی عقیدت مندی حسب معمول برابر قائم رکھی،

شعر و شاعری اور معاصرین شعرا،

آپ اپنے عصر کے بڑے اہل اللہ صاحب علم و رشد ہونے کے علاوہ، ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر بھی تھے، عنفوان شباب مین آپ نے اپنے والد کے شاگرد رشید نواب سعید اللہ خان عاشق غازی پوری سے مشورہ موزونیت شعر فرمایا، مگر مشق سخن آپ نے اپنے استاذ و برادر محترم حضرت مولانا قطب الدین المتخلص بمصیب الہ آبادی ہی سے کیا، آپ فارسی و ریختہ دونون کے شاعر تھے، جیسا کہ میر شیر علی افسوس صاحب تذکرہ آرایش محفل کی شہادت ہے، غرض یہ ممدوح صاحب دیوان فارسی و ہندی تھے اور وہ دونون فصاحت کے مخزن اور بلاغت کے معدن ہین، ہرچند کہ دیوان ریختہ چھوٹا ہے پر رتبہ مین کہین بڑا، مولف کو اس سراپا امتیاز کی خدمت مین ایام طفلی سے نیازدلی و رسوخ قلبی ہے، افسوس ہو کہ دیوان ریختہ فقیر کے پیش نظر نہین، صرف چند اوراق پریشان دستیاب

ہوئے تھے جس کو محترمی جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو جب وہ پچھلی دفعہ الہ آباد تشریف لائے تھے اپنے ہمراہ لے گئے کہ رسالۂ اردو مین شایع کرین گے لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا! اشعار ریختہ آپ صرف کبھی کبھی تفنن طبع کی خاطر کہا کرتے تھے، آپکی شاعری کا اصلی میدان اور جولانگاہ زبان پہلوی ہی جو اسلامی عہد مین ہندوستان کی تصنیف و تالیف کی زبان اور ذریعۂ تعلیم علوم و فنون تھی اگرچہ شعر و شاعری کو آپ ناآشنایان فن کی چیرہ دستیون کی وجہ سے اپنے لئے نامناسب اور اپنی "روش عرفانی" کے خلاف سمجھتے تھے جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہین:-

"بخدا شاعری مرا عار است　　دل ازین شیوہ سخت بیزار است
بودی کاش زین ہنر عاری　　زخم بر دل نخوردے کاری،
گر درین عہد و دور دون پرور　　شاعران اندرین جہان اکثر
بے محابا سخن سرایانند　　راہ و رسم سخن نمی دانند،
نہ ز معنی خبر نہ از الفاظ　　بر قوافی نہ بر عروض لحاظ
از معانی سخن نمی دانند　　بے تامل فرس ہمی رانند
وادیٔ شعر سہل دانستند　　شعر گفتند نا توانستند،
نظم کردن دو مصرعۂ منظوم　　بود از شاعری ہمی مفہوم،

. . . .　　. . . . .

حاصل کلام من این ست　　کہ مرا شاعری نہ آئین ست
چند بیتے کہ بر زبان قلم　　نغز آمد بصفحہ گشت رقم
نیست از شعر و شاعری انہا　　ہست اظہار حالت دل زار
باعث جودت طبیعت خام　　آمد این حال بنظم تمام"

مگر اپنے حساس قلب اور غلبۂ طبع سے آپ مجبور تھے آپ کا کلام آپ کی وجدانی کیفیات کا آئینہ

ہے اور اپنی شوخی، شکوہ، سلاست، روانی، شیرینی، فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر آپ کا کلام نہ صرف آپ کے اقران و اماثل کے کلام سے بڑھا چڑھا ہوا ہی بلکہ ایران کے قدیم اساتذہ کے ہم پلہ و ہمرتبہ اور مقابلہ مین پیش کئے جانے کے قابل ہے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہین:-

"خضر سخنم بجوشش روانی　　سرچشمۂ آب زندگانی
حرفے کہ ز خامہ ام چکیدہ است　　کو بادم عیسوی دمیدہ است
کلکم چو درفش کاویانی است　　زیر قلمم جہان ستانی است
رخ قلم چو سر برافراخت　　آوازۂ خسروی درانداخت
کلکم چو نمود خوش کلامی،　　خاموش گنجۂ شد نظامی
ہرگہ برقم قلم نہادم　　چون آب حیات شد مدادم
اقبال سخن سرائی من　　افگندہ نوا بشہر و برزن،
شکر چکید از سنان کلکم　　ریزد گہر از زبان کلکم
این خامہ بدست من کہ پیدا است　　مانند عصٰی بدست موسیٰ است
در وقت رقم صریر کلکم　　دارد دم عیسیٰ ابن مریم"

پھر مثنوی قصیدہ مظاہر الانوار مین جو آپکے اعجاز پرگوئی کی درخشندہ مثال ہی اور دو سو تیس بیتون پر مشتمل ہی، یون ارشاد ہوتا ہی

مرا کہ داد خدا رتبۂ سخندانی　　کہ ہست ہر سخنم بہ ز لعل رمانی
فصاحتے کہ بمن داد ایزد سبحان　　نہ در فصاحت حسانی ست و سحبانی
فصیح اگرچہ لبید است و امرء القیس است　　ولیک در سخنم ہست نور ایمانی
کجا کلام من و سبعۂ معلقہ کو،　　کہ فرق ہست بس از کافر و مسلمانی
ابو فراس کہ بود آن سخنور نادر　　عقب نہ ماندہ ام از وے درین فرس رانی

سخن نشاند بکرسی اگرچہ فردوسی   ولیک تفرقہ از شہری است و دہقانی

. . . . (کرم خوردہ) . . . .

بہ جو گنجوی نظامی بہ گنج من دیدے   فدائے من بنمودے ہزار ہمیانی

بہیچ گونہ بمن رشک انوری نبود   مراکہ دادہ خداوند طبعِ نورانی

ظہیر اگرچہ بعالم شہیرِ دوران است   فصاحتم بنود ہیچگونہ نہپانی

کمال راکہ سراپا کمال بودے   چہ کم بود بمن از وے کمالِ انسانی

خیال نیست نہ سلمان بجان من ہرگز   مراکہ نیز بود رتبہ سلیمانی،

دماغ اگرچہ معطر ز فکرِ عطار است   تو عطر بیزیٔ من از وچہ کم دانی

اگرچہ بلبلِ شیراز خوش نوائی داشت   مراچو طوطی ہندی بود خوش الحانی

لسان غیب بحافظ اگرچہ بخشیدند   عنایت است بمن ہم زحفظِ قرانی

بہند خسرو معنی اگرچہ خسرو بود   مسلّم است مراہم شکوہ سلطانی

بجام جامی شیرین کلام اگر شہد است   حلاوتے دگر از حق مراست ارزانی

فقط نہ رتبۂ این شعر گوئی است بمن   عطا نمودہ بمن منصب غزلخوانی

سریر سلطنت فقر زیر پا من است   نشستہ ام تو بگوئی بادجِ کیوانی

بمصر فقرم و سرکے فرو دمی آرم   بغیر یوسفی و شوکتِ سلیمانی

بملک فقر کہ ما ایم صد شرف دارد   باین لباس آبائی قبائے عریانی

رسیدہ ام بعراجِ فقر خویش چنان   کہ نیست ہیچ کسے بے سری و سامانی

چنان بیاد خداوند پاک معموم   کہ آیدم نظر آباد دجلہ ویرانی

. . . .

. . . .

ہزار حیف کزین جمع غیر نام نماند   شد ندآہ ازین عاریت سرا فانی

بضمنِ ذکرِ خود اکنون کہ باو شان گویم   برحیت از تہ کلکم زلالِ فیضانی

بچشم ظاہر اشخاص خود ستا یہا است   بکنہ اصل کلامم رسی اگر دانی

کہ من نہ غافلم از عیبِ خود ستا یہا   کہ کے درست بود پیشِ عقلِ انسانی

ستودہ ام کہ گناہ عظیم می دانم   خصوص در روشِ خود کہ ہست عرفانی

باصل مطلب خود فروشی ام بری   چراکہ کنہ کلام من است وجدانی

مراد و مطلب ازین بود کہ این سخن گفتم   یکے ادا بکنم شکرِ فضل یزدانی،

کہ از خزانہ غیبی عنایت من شد   ز فقر و علم و فصاحت بصد فراوانی

دو دیم ہمین کہ کس از قدر دان نماند افسوس   مگر کہ این ہمہ بودند فخر دورانی

اگر کسے ہم ازینہا بزندگی بودے   بدردِ من بنمودے ہزار درمانی

. . . .

نمودہ ایم مسمّیٰ "مظاہر الانوار"   ہمین قصیدہ کہ باشد تمام نورانی

یک ہزار و دو صد بود ہجری قدسی   کشیدہ ایم چنین نظم در قلم رانی"

آپ کا کلام جملہ اصنافِ سخن پر حاوی ہے، قطعات اور قصائد کا نمونہ تو اوپر کافی سے زاید گذر چکا ہے، مثنوی عاشق و معشوق جو آپ کی مثنویوں میں سب سے چھوٹی ہے بطور نمونہ درج ذیل ہے، یہ بنارس کا ایک دلچسپ واقعہ ہے جس کو آپ نے نظم فرمایا ہے، یہ غالباً حضرت مولانا قطب الدین مصیب الہ آبادی کے انتقال کے بعد ہی کی تصنیف ہے، کیونکہ اس میں آپ نے اپنے غم کا اظہار فرمایا ہے، حضرت مصیب علیہ الرحمہ کا وصال ۱۲۳۳ھ میں ہوا تھا،

اس مثنوی کے ابتدائی شعر یہ ہیں:-

اے بنام تو افتتاح امور | سر ہر نامہ نام تو مذکور

در ثنا سائی تو خیرہ بصر | ما عرفناک گفت خیر بشر

آنکہ کونین بہر او پیدا | شد و دست شرف الاشیاء

صد درود و تحیت بسیار | بر محمد و آلہ الابرار

بعد حمد خدا و نعت نبی | قصۂ می کنم رقم عجبے

در بنارس گذشت این احوال | کہ سراپا است پر ز رنج و ملال

آپ کی غزلیات کا پورا دیوان ہے، جس میں سے چند غزلین نمونۃً درج ذیل کیجاتی ہیں، دیوان کی ابتدائی غزل یہ ہے:-

نام خوبان است بسم اللہ بر عنوان ما ، | مطلع ابروے جانان مطلع دیوان ما

بر سریر سلطنت ما پشت پاے میزنم | بوریاے فقر آبائی است عز و شان ما

عالمے را گر دعارت ما خجالت می کشم | اشک دریا خیز باشد موجۂ طوفان ما

نیست ہر گز بعد لاے آل احمد دین درست | حب اہل بیت باشد مایۂ ایمان ما

بہر یار اینکہ اجمل بعد ما حسرت کشند

یادگار ما بود اشعار ما دیوان ما

ولہ

سرگشتگی طالع ہر جا دواند مارا | در کوے نامرادی آخر رساند مارا

شیخ از حرم برہمن از دیر بفکند مارا | اکنون بغیر کویت جاے نماند مارا

برخشت و خاک کویش آرام ما نمودیم | ز آسایش دو گیتی حسرت نماند مارا

مردیم و جان سپردیم کردیم قصہ کوتاہ | شکر خدا کہ ہستی از خود رہاند مارا

نے تاب نے شکیبے نے دل بجا نہ دینے | عشقت باین خرابی آخر رساند مارا

کردیم نام روشن در کوے نامرادی | تا در دبے نصیبی فرزند خواند مارا

بخت زبونم اجمل در قید دام انفس ،

با این سیاہ بختی آخر نشاند مارا "

ولہ

اقلیم دل ز عشق تو ویرانہ گشتہ است | آئینہ خانہ بود پری خانہ گشتہ است

با کاکلت مرا سرو کارے نماندہ است | دل بر رخ چو شمع تو پروانہ گشتہ است

ناصح مرا ز عشق بتان منع می کند | این خانمان خراب چہ دیوانہ گشتہ است

در کوچہ ہاے شہر زبان زد حدیث ما است | احوال کوہکن کہن افسانہ گشتہ است

نے نامہ نے پیام ز دلبر میرسد بما | دیرینہ یار ماست کہ بیگانہ گشتہ است

ہرگز برون نرفتہ خیال بتان ز دل | این خانہ خدا چہ صنم خانہ گشتہ است

بہر نثار خویش تلاش این قدر چرا

اجمل فداے نام تو آیا نہ گشتہ است"

آپ کے اکثر مشاہیر شعراے عصر سے صحبتین رہین چنانچہ خود فرماتے ہین:-

"در فن شعرگوئی صحبت با اکثرے از شعراے آن زمانہ داشتہ ام مثل مرزا محمد علی فروغ تخلص کہ از اولاد سلاطین صفویہ بودند و مرزا حاتم بیگ صافی تخلص، و افتخار شعراے ہندوستان مولوی نور العین واقف کہ چند سال بخانہ فقیر بودند و مہربانی بر حال من می کردند بسر بردہ ام، و با مرزا کاظم بیگ خان حاکم تخلص صحبتہا کردہ مردم دیدۂ نیز چند ماہ صحبت داشتہ ام و با مرزا مرتضیٰ قلی خان فراق و مرزا شرف الدین علی خان وفا نیز اختلاط و ہم چشمیہا بودہ و با نواب احمد علی خان عشرت کہ از عمدۂ امرا و شاعر غرا بودند صحبتہا بخوبی گذشت و دیگر اعزہ شعرا کہ ہمعصر و ہم صحبت فقیر بودند یکے مرزا فاخر مکین است کہ اول فی ما بین من و او شان بخیدگی ہے بجا در میان آمدہ بود و آخر باتحاد مبدل شدہ و با مرزا ابو علی ہاتف نیز اختلاطہا می شد و با شیخ آیۃ اللہ ثنا کہ دعوی

شاگردی شیخ علی حزین میکرد نیز اختلاط داشته و بامرزا افضل علی ذاکر کہ جوان نکتہ سنج و بدیہہ گو بود نیز صحبتہا گذشت

حضرت واقف کئی سال تک دائرہ مین آپ کے مہمان رہے، اور مشاعرون مین بھی شرکت کرتے تھے، اور غزلین پڑھتے تھے مگر دیگر شعرا کی طرح کبھی کسی کی تعریف نہین کرتے تھے، ایک مشاعرہ مین آپ نے غزل پڑھی، حضرت واقف کو اس کا مطلع بیحد پسند آیا، بے اختیار الفاظ واہ واہ ان کی زبان سے نکل پڑے اور کہنے لگے کہ صاحبزادہ صاحب مصرعۂ ثانی مجھے زیب دیتا ہے، بار بار اس مطلع کو دہراتے تھے اور آنکھون سے آنسوؤن کا تار جاری تھا، وہ مطلع یہ ہے:-

"گر فلک نیست بمراد چہ غم | نامرادی بخیر باد چہ غم"

مرزا فاخر مکین کی آپ سے رنجیدگی بیجا تھی، واقعہ یہ ہوا کہ مرزا الہ آباد دائرہ مین تشریف لائے، مشاعرہ ہوا جس مین مرزا نے بھی طرح مین غزل پڑھی جس کا مطلع یہ تھا:-

نگل نازک تر آن سرو سہی بالا ست میگویم | زبان دل یکے چون غنچہ دارم راست میگویم"

آپ کے استاذ حضرت مصیب نے بھی غزل پڑھی جس کا مطلع یہ تھا:-

شب وصل است درد دل باو ماخواست میگویم | حکایتہاے ہجران بے کم و بے کاست میگویم"

مرزا نے اعتراض کیا کہ "ماخواست در محاورہ ما نیامدہ" آپ کی جب باری آئی تو آپ نے اپنی غزل کا مقطع بدل کر یون پڑھا:-

"بدین خوبی غزل گفتن بود کار من اے اجمل | کہ اکثر در غزلہاے کسان بیجا ست میگویم"

اور مرزا سے فرمایا:- کہ

"قطع نظر زبان دانی و اکثر مصرع جناب لفظ "میگویم" زاید است"

مرزا کی غزل مین جہان جہان میگویم زائد تھا اس پر نشان کرکے آپ نے مرزا کے پاس روانہ فرمایا، مرزا کو اس کا بیحد ملال ہوا، آپ اگرچہ مرزا کے اعتراض کو بیجا کہہ چکے تھے مگر آپ کو "ماخواست" کے محاورہ کی سند کی تلاش رہی، بالآخر

ایک شخص مرزا صائب تبریزی کا دستخطی دیوان نہایت خوشخط لایا، آپ نے اس دیوان کو مرزا کے پاس روانہ فرمایا اور دریافت کیا کہ آیا یہ دستخط صائب کے ہین؟ مرزا نے کہلا بھیجا کہ ہان ضرور خرید لین، ماخواست کا محاورہ اسمین موجود تھا، آپ نے اس پر نشان کرکے پھر مرزا کے پاس روانہ فرمایا، مرزا ساکت اور خاموش ہو گئے، پھر مرزا سے آپ سے

سنہ ۱۱۹۱ھ مین لکھنؤ مین ملاقات ہوئی، نواب محبت خان خلف صدق نواب حافظ رحمت خان کے یہان جب آپ پہنچے تو وہان محفل مشاعرہ گرم تھی، مرزا بھی مع تلامذہ موجود تھے، نواب صاحب نے آپ کا پرجوش استقبال کیا اور صدر مین اپنے قریب بٹھایا، تھوڑی دیر کے بعد مرزا نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے مشاعرہ اور طرح کی کوئی اطلاع نہ تھی، نواب صاحب سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ علی حزین کا یہ مصرع مشاعرہ کی طرح ہے:- ع

آئینۂ صبحم غم زنگار ندارم،

آپ نے نواب صاحب کے سامنے سے قلمدان اٹھالیا اور فی البدیہہ طرح مین غزل لکھی، نواب مصر تھے کہ غیر طرح مین غزل پڑھین مگر آپ نے فرمایا:-

"حق تعالیٰ مرزا صاحب را سلامت دارد کہ باعث ایشان مضمون دست بستہ روبروے من ایستادہ است"

اور غزل پڑھی جو بہت پسند کی گئی، نواب صاحب اور مرزا صاحب نے بھی بہت تحسین و آفرین کی، وہ غزل یہ ہے:-

خورشید و شمم بیم شب تار ندارم، | چون تیغ زبانم غم زنگار ندارم
گر مشتریم کس نشود ہیچ غمم نیست | آن جنس گرانم کہ خریدار ندارم
دکان دلم ز آتش عشق است فروزان | غم نیست اگر گرمیٔ بازار ندارم
کے حاجت حاجب من و خطرۂ دربان | صحرا ست مقامم در و دیوار ندارم
درد دل من عین علاج است دلم را | اندیشۂ درد دل بیمار ندارم

دارم سرِ زلفِ تو دکارے بتو دارم دیگر بکسے ہیچ سر و کار ندارم ،

آئینۂ صفت در صفت کوران سخنم اجمل

معذورم اگر قیمت و مقدار ندارم"

پھر مرزا نے اپنا دیوان آپ کے پاس بھیجا، آپ نے دیکھا اور تعریف کی، آپ نے بھی اپنا دیوان مرزا کے مطالعہ کے لئے روانہ فرمایا، مرزا نے آپ کے اشعار کی بیحد تعریف اور توصیف کی اور کہلا بھیجا کہ صرف ایک شعر مجھ کو ناپسند ہے، یہ وہی الہ آباد کے مشاعرہ کا مقطع تھا، آپ نے مرزا کی خاطر سے اس کو قلمزد کر دیا اور فیمابین صفائی ہو گئی،

شیخ علی حزین گیلانی بنارسی بھی آپ کے معاصرین شعراء میں سے تھے، قصیدۂ مظاہر الانوار میں آپ نے شیخ کو بحسرت یاد فرمایا ہے،

"ہزار حیف کہ ہمعصر من نماند حزین کہ در بزرگی او نیست حد و پایانی

بطرز تازۂ دلکش کہ سر بلندی داشت کہ بود یا ذرہ گوے بطرز ایقانی

شکر فشانی من گر بہ پیش او رفتے ز دست طبع نمودے بر آن نگس انی

بعہد خویش جز او ہیچ کس نمی بینم کہ تا بیاد خود آرد بنظم طولانی"

آپ نے اپنے چند اشعار منتخب فرما کر کسی معتمد خاص کی معرفت شیخ کے پاس بنارس روانہ فرمائے تھے، شیخ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور ایک غزل لکھ کر ارسال کی تھی اور قاصد سے کہا تھا:-

"آن نوجوانے کہ اشعار خود در ہیں فرستادہ است از طرف من با و سلامے بگوئید و این غزل را بنزد او ببرید"

وہ غزل یہ ہے جو شیخ کے دیوان میں موجود ہے:-

خاصان تمام مستند ساقی صلائے عامے بہ جرعۂ کرم کن من راوق الکرامی،

جانیم او فتادہ سے دہ کہ بادہ بخشد. اجساد را قیامی ارواح را قوامی

آوارہ ام بفرقت از منزل سلامت یا جارہ دارِ سلمی بلّغ لہا سلامی

مطرب بسمل طریقت سر کن رہِ حقیقت سنجی اگر مقامی داری اگر پیامی

خواہی جرح بناشد سر کن حدیثِ دریا اہلاً لما رودینا عن سید الانامی

دل در شکستہ حالی صد نالہ در گرہ داشت انی رجوت دہراً اشکو عن السقام

یار آمدم ببالین شد رنجہا فراموش عادی الکلام شکراً فی او فر السہام

یا جارتی تو حد قولی حدیث نجد ذا اجمل الہدایا یا اکمل الکلام

گوش حزین بیدل مطرب بنالۂ تست سر کن رہِ حندا را ساقی بیار جامی

شیخ سے اور آپ سے اکثر رسل و رسائل خط و کتابت جاری رہی، مگر شیخ نے جب اواخر عمر میں ہندوستان جنت نشان کی ہجو میں رباعیاں لکھیں تو آپ نے بھی اپنے متوسلین کے اصرار سے جواباً رباعیاں کہیں، فریقین کی بعض رباعیاں درج ذیل ہیں:-

رباعیات،

شیخ حزین

دیدیم سواد ہند حسرت زار است روز کہ و مہ چون شام ہجران تار است

بستہ است بکار ہمہ شان بخت گرہ الا گرہے کشادہ در شلوار است

حضرت اجمل

صبح طرب ہند چو روے یار است شام خوش او چو کاکل دلدار است

این جا است کشادہ صد ہزاران در فیض جز یک گرہے کہ بستہ در شلوار است

شیخ حزین

ہجرت زحرم عفو تم داد بہند،   از ہند جگر خوارہ کنم یاد بہند،

عصیان برہ جحیم می برد مرا،   ...... ذکرم خوردی افتاد بہند

حضرت اجملؔ

اے باجیٔ ہند باش دلشاد بہند   تبریز و صفاہان تو مکن یاد بہند

ہند است کہ نعم البدل فردوس است   آدم ز فضاے خلد افتاد بہند

ولہ ایضاً

ہر کس کہ ز ملک خویش افتاد بہند   برگشتہ نرفت ماند دلشاد بہند،

بیرون از خلد کس نخواہد گردید،   از آنجا است کہ نیاید وطنش یاد بہند

شیخ حزینؔ

دہلی کہ ہواے زشتش انگیز است   باد خوش او چو تیز گند آمیز است

پر دود و تعفن است ہمچو دہلیز جحیم   آرے دہلی مخفف دہلیز است

حضرت اجملؔ

دہلی خاکش بخاک خلد آمیز است   ہر کوچہ سواد خوشش عنبر بیز است

پر روح و ریاحین است ہمچو دہلیز نعیم   بیشک دہلی مرخم دہلیز است،

ولہ ایضاً

خاک دہلی بخاک خلد آمیز است   دہلیز نعیم است کہ عنبر بیز است

چون مرقد خازنان جنت آنجا است   دہلی بے شک مخفف دہلیز است

شیخ حزینؔ

از ظلمت ہند سخت انگیز مترس   در تیرگی شب اے سحر خیز مترس

ہرگز باکے ز خصمی ہند مدار،   نامردی ز حملہ ہیز مترس،

حضرت اجملؔ

اے آمدہ در ہند تو گریز مترس   ہر سو نورے ببین سحر خیز مترس

مہمان پرور بہند باشد بسیار   نان می یابد چہ مرد و چہ ہیز مترس،

آپ کی جوابی رباعیاں جب شیخ کے پاس پہنچیں تو شیخ نے ہندوستان کی ہجو سے سکوت اختیار کیا اور حضرت مصیبؔ کو خط لکھا جس کا یہ فقرہ بہت مشہور ہے،

"آن جوان الہ آبادی ناطقہ ام بند کردہ است اورا منع باید کرد"

افسوس ہے کہ آپ کی شاعری اب تک دنیا کے سامنے نہیں آسکی، فقیر کو اس کی اشاعت کی فکر ہے وباللہ التوفیق،

آپکے ازواج واعقاب

آپ کی پہلی شادی آپ کے عم محترم حضرت علامہ شیخ محمد فاخر محدث المتخلص بزائر کی صاحبزادی مکیہ بی بی سے ہوئی تھی جو مکہ میں پیدا ہوئی تھیں اور اسی وجہ سے ان کا نام مکیہ رکھا گیا تھا، مگر ان سے کوئی اولاد باقی نہیں رہی، ان کے انتقال کے بعد آپ کی دوسری شادی سکندرپور میں جو ضلع بلیا کا مشہور اور قدیم قصبہ ہے حضرت عارف باللہ میر سید فقیر اللہ علیہ الرحمہ المتوفی ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ کی صاحبزادی امۃ الحبیب بی بی سے ہوئی حضرت میر فقیر اللہ سلسلۂ جنیدیہ قادریہ کے سجادہ نشین تھے اور نسباً سادات عالی نسب میں سے تھے اور حضرت امیر کبیر سید حمید الدین قدس سرہ ساکن محمد آباد گہنہ (اعظم گڈھ) کی اولاد میں سے تھے اور ابن البنت حضرت شاہ ولی سکندرپوری قدس سرہ ابن حضرت شاہ معروف ابن حضرت شاہ عبداللہ ابن حضرت شاہ جنید قادری غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۹۶ھ تھے حضرت میر فقیر اللہ علیہ الرحمہ کی ذات دادیہال اور نانیہال کی طرف سے اعظم گڈھ اور غازی پور کے دو مشہور اور ممتاز بیوت علم و رشد کی سنگم تھی، از وجہ

ثانیہ سے آپ کی دو اولادین ہوئین، اولاً ایک صاحبزادی صدر النسا بیگم پیدا ہوئین، ان کی ولادت سے آپ کو بیحد مسرت ہوئی، چنانچہ آپ خود فرماتے ہین :-

زجود و لطف و کرمہاے خود خداے کریم　　چو کرد دختر فرخندۂ بمن تسلیم،

ز قدش شدہ روشن تمام خانۂ من،　　کہ رشک خلد برین است آستانۂ من

بہفت اسم سمی شد آن پری رخسار　　کہ عمر و دولت آن باد در جہان بسیار

محمدیہ بود اسم اولین و دگر،　　بہاشمیہ سمی است آن نکو اختر،

بصدق دل حسینہ حسینہ گفتم،　　باین دو اسم گہر ہاے آرزو سفتم

خدا کہ منعمۂ اہل روزگار کناد　　ازان بمنعمہ موسوم بر زبانہا باد،

چو فخر ہاست مرا از تولدش یاران　　صبیہ ام شدہ موسوم زان بفخر جہان،

نمودہ ایم بصدر النسا ازان موسوم　　کہ تا بزرگیش از نام او شود معلوم.

بہفت نام چون نامی شد آن عزیزۂ من　　بود ز مقدم او خانہ ام ہمہ روشن

سوے فخر جہان منعمہ دگر اسمار　　اگر تو جملہ آن یخ را کنی یک جا

بیک زیادہ بود سال زادن جانم

کہ قوت روح و روان خودش ہمی خوانم

مادۂ تاریخ

صدر النساے ہاشمیہ محمدیہ حسینیہ،

سنہ ۱۱۹۵ھ + ا = سنہ ۱۱۹۶ھ

ثانیاً ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۶ھ مین آپ کے صاحبزادہ حضرت شاہ ابو المعالی المتخلص بعالی پیدا ہوئے ،

آپ کے دوستون نے کثرت سے تاریخین کہین، یہ کل تاریخین آپ نے ایک بیاض مین یکجا لکھدی ہین حضرت علامہ قاضی محمد امان اللہ بنارسی نے جو آپ کے دادا کے مرید خاص تھے مادۂ تاریخ "قطب عالم فخر دین" (۱۱۶۵ھ) لکھکر بھیجا تھا

جس کو آپ نے ایک شعر مین یون محفوظ کر دیا :-

سال مولود آن خجستہ پسر　　گفت عمی قطب عالم فخر دین

میر امام علی الہ آبادی نے آیہ مبارکہ "لاھب لک غلاماً ذکیا" سے تاریخ ولادت نکالی، آپ کے کسی دوست نے لفظ "چراغ" مادۂ تاریخ نکالا، جس کو آپ نے ایک قطعہ مین محفوظ کر دیا :-

چون تولد ابو المفاخر شد　　دومی غنچہ ام شگفت بباغ،

بر طریق شگون بیک افزون　　دوستے یافت سال لفظ "چراغ"

مرزا حاتم بیگ المتخلص بوافی نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا :-

ایزد بجناب شاہ اجمل　　بنمود عطا خجستہ فرزند،

وافی سال مبارکش را　　بر خواند "عنایت خداوند" (۱۱۹۶ھ)

شیخ امام بخش المتخلص بنامی نے کلکتہ سے سات مادہ ہاے تاریخ ارسال کیا جن مین سے بعض یہ ہین :-

"صاحبزادہ عالی منقبت مبارک نسب" (۱۱۹۶) "نور چشم و سرور سینہ" (۱۱۹۶) "سیدنا شیخ ابو المعالی" (۱۱۹۶) "اطال اللہ حیاتہ و ارفع قدرہ" (۱۱۹۶) اور ذیل کا ایک قطعہ بھی ارسال کیا :-

قطعہ

چون صاحبزادہ آن فرخندہ باد　　نمود از مقدم خود عالمے شاد،

نامی خواست چون تاریخ سالش　　بگفتا ہاتفم "خورشید شاد" (سنہ ۱۱۹۶ھ)

آپ نے خود بھی متعدد تاریخین لکھین جنمین سے بعض حسب ذیل ہین :-

حق تعالیٰ مرا چو داد پسر،　　خاطرم از تولدش بشگفت،

سال زادن بصد ہزار سرور　　"افضل الدین بو المعالی" گفت، (سنہ ۱۱۹۶ھ)

وله

چون محمد حسین پیدا شد، غنچہ ہاے امید من بشگفت
سال زادن بصد ہزار سرور اے خداوند شکر اجمل گفت
۱۱۹۶ھ

وله

سال مولود راحتِ دل وجان پسرِ خود بآرزو سفتم
دو برسم شگون سروده وباز زینت و زیبِ خاندان گفتم

تصنیفات کتب خانہ اور وفات،

آپ کی تصنیفات کی تعداد کا صحیح اندازہ فی الحال مشکل ہے، اس لئے کہ فقیر کو ابھی تک اس کی کوئی فہرست نہین ملی، جو تصنیفات کہ ابتک مجھے مل سکی ہین یا جنکا مجھے علم ہے، اس کی فہرست البتہ درج ذیل ہو:-

(۱) قرآن کریم کا فارسی ترجمہ، یہ ترجمہ حامل المتن ہے اور حاشیہ پر تفسیری اشارات بھی ہین، ابتدا مین ایک بسوط محققانہ و فاضلانہ مقدمہ ہے جس کے اخیر مین آپ نے قرآن کریم کے قرأۃ حفص کی روایت جن رواۃ کے ذریعہ سے آپ تک پہنچی ہے اس کا سلسلۂ روایت درج فرمایا ہے، مثلاً مین نے فلان سے پڑھا اور فلان نے فلان سے یہان تک کہ سلسلۂ روایت رسول اللہ صلعم تک منتہی ہو جاتا ہے، الحمد للہ کہ فقیر کے پاس یہ قرآن جو نہایت ہی خوشخط ہے موجود ہے!

(۲) ریاض الادم، یہ آپکا نعتیہ فارسی قصیدہ ہے جو بہت ہی زوردار اور پر شکوہ ہے،

(۳) مظاہر الانوار، یہ قصیدہ دو سو تیس ابیات پر مشتمل ہے، جس کے بعض اقتباسات اوپر درج کئے جا چکے ہین،

(۴) مثنوی عاشق و معشوق، جو اوپر گذر چکی ہے،

(۵) مثنوی جگر خراش، فارسی مین ایک ضخیم اور طویل مثنوی ہو،

(۶) مثنوی نالۃ العشاق، اس مثنوی کا حجم اوسط درجہ کا ہے اور یہ بھی فارسی ہی مین ہے،

(۷) بوستان اجمل، متفرق حکایات پند و واقعات کو بطرز بوستان نظم فرمایا ہی، اور اپنے والد کے نام نامی پر معنون فرمایا ہے، اس کے بعض اقتباسات اس مضمون کی ابتدا مین بذیل حالات طفولیت و تحصیل علوم درج کئے جا چکے ہین،

(۸) دیوان فارسی، جو تمامتر غزلیات کا مجموعہ ہی جسمین سے تین غزلین نمونہ کے لئے اوپر درج کی گئی ہین،

(۹) آپ کی فارسی متفرق نظمین بھی ان کے علاوہ بکثرت ہین جنمین قصائد، قطعات، اور رباعیات زیادہ تر ہین، اگر یہ کل یکجا کردی جائین تو کلیات اجمل کے نام سے موسوم ہو سکتی ہین،

(۱۰) دیوان ریختہ، افسوس کہ یہ نایاب ہو، ناظرین کرام کے علم مین اگر یہ دیوان کسی جگہ موجود ہو تو مجھے مطلع فرماوین شکر گذار ہونگا،

(۱۱) صاحب تذکرہ خازن الشعراء نے ایک بیاض کا حوالہ دیا ہی جسمین آپ نے اپنے حالات زندگی قلمبند فرمائے ہین، مگر افسوس کہ یہ بھی نایاب ہی ورنہ آپ کی زندگی کے حالات اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مرتب ہو سکتے، اور اس بیاض سے آپ کے دور کے دیگر اہم تاریخی واقعات پر روشنی پڑتی،

آپ کا کتبخانہ بہت ہی وسیع تھا، اور خزینۂ نوادرات علمیہ تھا، جس کو دیکھنے شایقین دور دراز سے آیا کرتے تھے، اور نادر علمی کتابون کی نقلین یہان قیام کرکے حاصل کیا کرتے تھے، مطبوعہ کتابون کا رواج نہ تھا، تمامتر دارومدار قلمی نسخون پر تھا، آپ کے کتبخانہ کی عظمت اس نفس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہو کہ اگر دہلی، آگرہ، لکھنؤ مین کسی علمی کتاب کا صحیح اور مستند نسخہ دستیاب نہ ہوسکتا تو دائرہ مین آپ کے کتبخانہ مین ضرور ملتا، خصوصاً کتب تفسیر و حدیث جس کا بہت ہی نادر ذخیرہ موجود تھا، آپ کے کتبخانہ کی فہرست کے بعض حصے فقیر کے پاس موجود ہین، آپ کے وصال کے بعد اس کتبخانہ مین سلسلۂ دست برد شروع ہوا جو آپ کے پوتے حضرت شاہ غلام اعظم

المتخلص بافضل الہ آبادی کے عہد تک جاری رہا، نواب صدیق حسن خان اور خدا بخش خان بھی اس کتبخانہ کو دیکھنے الہ آباد آئے تھے، حضرت شاہ غلام اعظم علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد خانقاہ کے اس کمرہ کی جسمین کتبخانہ کی بقیہ کتابین موجود تھین چھت گری، ڈھیر مین کتابین دب کر اکثر ضائع ہوئین بعد کو جو کھود کر نکالی گیئین ان مین سے بعض یارون نے دستبرد کر لین، اوراق منتشر کا ایک ڈھیر البتہ اُٹھکر محلسرا مین آیا جس سے بحمد اللہ بعض کتابون کے سلسلے ڈھونڈھ کر مرتب کر سکا ہون، آپ کے فارسی کلام کا جو ذخیرہ اس وقت فقیر کے پاس ہی، وہ بھی اسی ڈھیر کا ممنون ہی، اور اس ذخیرے سے آپ کے حالات زندگی مرتب کرنے مین بڑی مدد ملی، تذکرہ خازن الشعرا مولفہ حضرت مولانا شاہ سید علی کبیر عرف میر نجان (جو آپ کے نواسے تھے) کا ایک بوسیدہ اور نامکمل نسخہ اسی ڈھیر مین دستیاب ہوا، وہ بھی اس مضمون کی ترتیب مین برابر میرے پیش نظر رہا ہی، آپ کی حیات طیبہ کا یہ ایک مختصر خاکہ ہے، جو مین اپنے معلومات کی بنا پر کھینچ سکا ہون، حالانکہ ابھی آپ کی زندگی کے بہت سے واقعات اور تفصیلات ہین جو پردۂ خفا مین مستور ہین، ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار   گلچینِ بہارِ تو زِ دامان گلہ دارد

عرفان وولایت علم و رشد، فضل و کمال، فصاحت و بلاغت کا یہ خورشید درخشندہ غرہ ذی الحجہ سوز پنجشنبہ قبل ظہر ۱۲۳۶ھ مین ۶۳ سال دو ماہ کی ضوفشانی کے بعد غروب ہوا، جمعہ کی شب کو حسب وصیت روضہ مین قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل علیہ الرحمہ کے داہین جانب دفن ہوئے، مشاہیر ہند نے تاریخین لکھین جس کو صاحب تذکرہ خازن الشعرا فرماتے ہین کہ مین نے رسالہ اجملیہ مین یکجا جمع کر دیا ہی، اس رسالہ مین آپ کے مفصل حالات زندگی ہین، افسوس ہی یہ رسالہ بھی ابتک فقیر کی نظر سے نہین گذرا، چند تاریخین البتہ ذیل مین درج کیجاتی ہین :-

مولوی علی قلی مرحوم نے اس عبارت سے تاریخ نکالی، "دفن الاجمل جنب الافضل" مولف خازن الشعرا نے "کان الشیخ قطب الاقطاب" اور "نار الله مضجعہ" سے سال وفات نکالا، مولانا فرد کانپوری نے ذیل کا قطعہ کہا :-

از جہان چون محمد اجمل شاہ   رفت سوے جنان چون تیر از قوس

سال تاریخ رحلتش از فرد   گفت ہاتف برفت در فردوس

قطعہ تاریخ از مرزا ثابت علی شاگرد شاہ ملول بطور تعمیہ :-

خیمہ زد چون محمد اجمل شاہ،   سوے ملک بقا ز منزل زشت

از زمین تا زمان فغان برخاست   در غمِ آن کریم نیک سرشت

فکر کردم کہ کاتبِ قدرت   ثابت از سال رحلتش چہ نوشت

باغبان ارم ز روے ادب   گفت آمد براے سیر بہشت

فاضل انگریز مستشرق طامس ولیم بیل مولف مفتاح التواریخ نے بطور تعمیہ ذیل کی تاریخ کہی ہے:

چون زِ ہاتف خواستم تاریخ سال فوت او،

شاہ اجمل کرد رحلت گفت و آہے بر کشید،

فقیر جو آپ کا نام لیوا ہے، اس مضمون کو ختم کرتا ہے اور نہایت ہی اخلاص او رعقیدت کیساتھ آپ کی خدمت مین آپ ہی کے ایک مشہور شعر کے ذریعہ سے سلام نیاز ادا کرتا ہے، ؎

گو سلام من صبا گر سوے صحرا بگذری،

قیس را فریاد آن اجمل دیوانہ را،

صہبائے دانش

آٹھواں باب

ازجناب مولوی ابوالقاسم صاحب سرور دارالترجمہ عثمانیہ

گذشتہ سے پیوستہ

(۲)

نفسیات اعمال ذہنی کی تفتیش و سراغ رسی کے اہم فرائض انجام دینے کے بعد ذیلی فرائض کی جانب بھی متوجہ ہوتی ہے یہ ذیلی فرائض یکسان نہیں باہم مختلف ہین یا اس کا رجحان ایسے آئین و اصول کی حد بندی کی جانب ہے جو فکر کے لئے دلیل راہ اور چراغِ ہدایت کا کام دے سکتے ہین، اور غور و خوض کے طریقون کی تعیین اور اخذِ نتائج کے قواعد کا انکشاف اس سے ہوتا ہے یا اس کا نقطۂ نظر اور موضوع بحث وجدان کی روداد ہوتی ہے، یا بھلائی اور برائی کے اعتبار سے خواہشات انسانی کی تقسیم و تجزیہ کی جانب اس کا التفات ہوتا ہے اس لحاظ سے نفسیات کے تین شعبے قرار پا سکتے ہین،

منطق - جمالیات - اخلاقیات

منطق عربی کتابون مین منطق کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ:۔

آلۃ قانونیۃ تعصم مراعاتھا الذھن عن الخطاء فی الفکر،

یعنی وہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس کا استعمال یا جس قاعدہ پر عمل کرنا ذہن کو لغزشِ فکر سے محفوظ کر دیتا ہے، زید نے کسی شے کے متعلق اپنی رائے بیان کی، عمر نے کسی موضوع پر اپنا اظہارِ خیال کیا، خالد نے کسی مسئلہ علمی یا کسی

نظریہ کا تذکرہ چھیڑا، زید کی رائے عمر کا اظہار خیال خالد کا بیان نظریہ سننے والے نے سنا اور سمجھا مگر ذہن اسی وقت متاثر ہوگا جب انھین ثابت کر دیا جائے، ثابت کرنے کا طریقہ تحلیل و تحقیق ہے کہ اس طریقہ سے جس وقت نظریات وغیرہ صحت کے محاذ مین معلوم ہوتے ہین تو اس وقت ان سے صداقت آگین تصدیق یقین حاصل کیجاتی ہے جن کی اثر انگیزی ایک ہی فرد کے معمول بنانے پر اکتفا نہین کرتی بلکہ اور دوسرون کو بھی اسی صف مین لے آتی ہے، اسی طریقہ غور و تفتیش کو منطق کہتے ہین کیونکہ منطق ہی وہ اصول و قواعد معین کرتی ہے جنکی پیروی اور عمل سے ایک صحیح تصدیق اخذ کیجا سکتی ہے، اخذ تصدیق صحیح کے اصول کی تعیین، صحتِ تصدیق کا معیار اور مغالطہ کی شناخت وغیرہ یہ سب منطق کے فرائض ہین، نتیجہ تک پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ استدلال ہی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ ذریعہ اگر مستحکم و استوار نہین تو نتیجہ بھی اس کے قریب قریب ہوگا، استدلال ہی پر اس کا دار و مدار ہے، اس لئے اس ذریعہ و وسیلہ کی منطق بار بار جانچ پڑتال کرتی ہے، اگر اصول معینہ کے لحاظ سے کچھ بھی نقص نظر آتا ہے تو فوراً اسے ظاہر کر دیتی ہے،

تعمقِ نظر سے فکر انسانی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذہن کی تین حالتین ہین، اول کسی شے کا احساس، دوم اس شے محسوس کا قیام تصور، سوم دو تصورات کی آمیزش یا ان کے تقابل باہمی سے وضع تصدیق، اس طرح کا سرمایۂ تصدیقات سب ایک سا نہین ہوتا، بلکہ ان مین سے کچھ صحت سے بکدوش ہوتا ہے اور کچھ اغلاط سے، وضع تصدیقات کے وقت چونکہ اکثر و بیشتر طبائع کے ماننے اور تسلیم کرنے کا خیال مد نظر رہتا ہے، اس بنا پر استدلال سے اس امر کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ صحت تصدیق یا غلطی کی کیا علت ہے یعنی صحیح یا غلط تصدیق کس بنا پر ہو جاتی ہے، اسکے اظہار کیلئے ایک دعویٰ کا دوسرے سے مقابلہ کیا جاتا ہے، دو تصدیقون کے رشتہ تعلق پر غور کیا جاتا ہے اور مقدمات سے استدلال کرکے ایک ماحصل یا نتیجہ تک رسائی ہوتی ہے، ذہن مین جس شے کا بھی خیال ہو اس کا کوئی نہ کوئی نام ضرور ہوگا جسے کسی لفظ سے ظاہر کیا جائیگا، اسی کو اصطلاح مین حد کہتے ہین، دو یا دو سے زیادہ حدون کے اشتراک سے ایک تصدیق بنائی جاتی ہے، جسے قضیہ کے نام سے نامزد کرتے ہین، کسی بات کی صحت یا اس کی توجیہ کے واسطے استدلال کی ضرورت ہوتی ہے، جو نتائج کا مخزن ہے، قضایا کی بنیاد پر استدلال کرنے کو قیاس کہتے ہین، استدلال

یا فکر صائب کا علم منطق کے نام سے موسوم ہے، اور حدود، قضایا، قیاس یہی چیزین منطق کی موضوع بحث ہین، اس سلسلہ مین حدود کی ایک خاص اہمیت ہے، ابتدا ئً ان کی تعیین ان کا صحیح استعمال نہایت لازمی اور ضروری ہی کسی کے خیال سے ابتدا مین عدم موافقت و تردید، ساتھ ہی سلسلۂ بیان کی درازی کے بعد خود بخود اسی مسترد کیے ہوئے خیال سے موافقت و اتفاق اس قسم کے مواقع اکثر و بیشتر حدود کے غلط استعمال سے پیش آیا کرتے ہین اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ والٹیر آغاز بحث سے پیشتر اپنے حریف کو تعریف حدود پر مجبور کرتا تھا، اس لئے کہ فکر صائب اور تصدیقات صحیحہ کا حاصل کرنا صحت حدود پر منحصر ہے، کسی قضیہ کی صداقت پنہان سے دوسری صداقت کے اخذ کرنے کو نتیجہ نکالنا کہتے ہین، اس کے واسطے چند قاعدون کی پابندی لازم و واجب ہے، کیونکہ ان قوانین کی پابندی غلطی کی ٹھوکر اور غلط طور پر اخذ نتائج سے بچاتی ہے،

قانون عینیت، قانون اجتماع نقیضین، قانون ارتفاع نقیضین، یہ فکر کے قوانین ثلثہ کے نام سے مشہور ہے،

(۱) قانون عینیت یعنی ہر ایک شے آپ اپنی عین ہی،

(۲) اجتماع نقیضین یعنی دونون نقیضون کا ایک ساتھ جمع ہونا، ہر شے موجود اور غیر موجود دونون نہین ہوسکتی،

(۳) ارتفاع نقیضین یعنی دونون نقیضون کا ایک ساتھ اٹھ جانا، ہر شے یا موجود ہو سکتی ہی یا نہین ہو سکتی، ان قوانین فکر یہ سے بے نیازی طالب صداقت کے لئے ناممکن ہی، ان سے بے اعتنائی برتنے کا نتیجہ اغلاط کے مضبوط جال مین پھنس جانا ہے، جب ان قوانین کو نظرانداز کر دیا جاتا ہی، تو غلطیون کی دلدل مین پھنسنا یقینیات سے ہے، ایسی حالت مین غلطی کا علم نہین ہوتا کہ کس جگہ غلطی ہوئی، اس کے بغیر معلوم کئے جو استدلال کیا جاتا ہی وہ سرتاسر غلطی سے لبریز ہوتا ہے، اس کی صحت کی جانچ کے لئے ایک یہی طریقہ بکارآمد ہے کہ اس قسم کے مواقع پر ابتداء بحث کیجانب رجوع کیجائے، اور بامعان نظر دیکھا جائے کہ اصل بحث کے آغاز سے کتنی دور تک

صحیح راستہ طے کیا اور اس جادۂ ہموار سے کس جگہ بھٹک کر علحدگی ہوئی، منطق مین اس طرح کے اغلاط مغالطات کہلاتے ہین،

صداقت آمود نتائج تک یون رسائی نہین ہوتی بلکہ طرق مختلفہ جو اپنے مطمح نظر کے لئے کارآمد اور مفید معلوم ہوتے ہین انکا استعمال کیا جاتا ہے اور یہی طریقے جنھین اسالیب کہتے ہین، صحیح نتائج تک پہنچنے کی غرض راہین ہین،

استقرائی، استخراجی، تحلیلی، ترکیبی، یہی منطق کے مختلف ضوابط و اسالیب شمار کئے جاتے ہین، تجربہ کے جمع کئے ہوئے مواد اور واقعات کے سرمایہ سے اصول عام یا قوانین کلی کے بنانے کی سعی کو اسلوب استقرائی یا تحلیلی کہتے ہین، کلیات عامہ کی ترتیب سے ایک جزئی نتیجہ نکالنے کی کوشش اسلوب استخراجی یا ترکیبی لکھی جاتی ہے، اسے ترکیبی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلی تصورات کے تحت مین ربط و ترتیب جزئیات کا کام یہی اسلوب انجام دیتا ہے جس سے واقعات معلومہ کی توجیہ کے لئے راہ نکل آتی ہی، اسی اسلوب یعنی استخراجی یا ترکیبی کا ایک اور نام استدراجی بھی ہے، یہ اس بنا پر کہ اس طریقہ مین اصول و قوانین اور تصورات کلیہ سے جزئیات کی جانب توجہ کا میلان اور تنقید ہوتی ہے، استقرائی یا تحلیلی اسلوب کا بھی ایک اور نام ہے، جو طریقۂ رجعی کہلاتا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ اس طریقہ مین انفرادی یا جزئی تصدیقون سے (جن کی بنیاد تجزیہ پر قائم ہوا کرتی ہے) قضایائے کلیہ کی طرف تحقیق پچھلے پاؤن پلٹتی ہے، منطق کا اساسہ و راس المال جس نام سے بھی تعبیر کیا جائے تین چیزین ہین،

تصور تصدیق برہان

تصور مین اشیاء کی باہمی مشابہتون کا مقابلہ کیا جاتا ہے، تصدیق مین ایک خیال کا دوسرے خیال سے مقابلہ کرنے کے بعد قضیہ معقولہ (موجبہ یا سالبہ) کی صورت مین یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ خیال دوسرے خیال سے موافقت رکھتا ہے یا نہین، تصدیق کا لفظ عمل ذہنی کا معلن اور مظہر ہے، اور قضیہ معقولہ اس عمل ذہنی کے نتیجہ کا مترجم اور مشتہر ہے، کائنات کی وسعت و پہنائی ہر قسم کی مخلوقات سے لبریز سہی، لیکن تصدیق و برہان کے

اور ہر ایک کے استعمال کے لایق نہین یہ صرف انسان ہی کے لے مخصوص ہین اور اسی کا طغرائے امتیاز جس سے انسان اور مخلوقات سے علانیہ ممتاز نظر آتا ہے، ادنی مخلوقات سے انسان کا ممیز ہونا تصدیق و برہان کے اس فائدہ کے علاوہ ان دونون کی قوی اور اہم ضرورت یون ہے کہ ذہن انسانی درجۂ تکمیل پر فائز نہین ہے اس مین نقائص کے بہت سے خلو پائے جاتے ہین، پھر یہ کہ بدیہی طور پر ہر قسم کے علم حاصل کرنے کی انسان مین قدرت نہین، بلکہ انسانی علم کے مولود کی ولادت بطنِ ابہام سے ہوا کرتی ہے، ابہام کی تہ جتنی ہٹتی جاتی ہے، اتنے ہی تصورات صاف اور نمایان ہوتے جاتے ہین، ابہام کی راکھ ہٹانے سے تصورات کی چنگاریان چمکنے لگتی ہین، تصور کے ایک حصہ کا کل تصور سے یا ایک تصور کا دوسرے تصور سے اس طرح تقابل کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے، کہ وہ دوسرے کے موافق ہے یا نہین اور یہی تصدیق ہے،

عمل تصدیق کے وقت ایک پورے تصور کا مقابلہ اس کے ایک حصہ سے کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ پچھلا اگلے کا ایک ٹکڑا یا جزو ہے، ان دونون مین سے ایک موضوع اور دوسرا محمول کہلاتا ہے، اور موضوع و محمول کو ملانے والے کا نام ربط ہے، اور موضوع و محمول و ربط یہ سب کے سب قضیۂ معقولہ کے اجزا اور ان کے مجموعہ کا نام قضیۂ معقولہ کہا جاتا ہے، مگر قضیہ کی یکسان حالت نہین رہتی اس مین کبھی موضوع کل اور محمول جزو ہوتا ہے، اور کبھی اس کے بالکل خلاف اور عکس، لیکن کلیات و جزئیات کے مابین دونون صورتین مقابلہ سے خالی نہین،

ہر تصدیق چار چیزون کا مجموعہ ہوا کرتی ہے، اول، قلاد خیالون کا مسلّم طور پر وجود، دوم ان خیالات کا تقابل، سوم وہ نتیجہ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک تصور دوسرے تصور پر شامل ہے یا نہین، چہارم اس نتیجہ کا تسلیم کر لینا،

یہان دو چیزین ملاحظہ طلب ہین، پہلی کمیت محمول، دوسری تصدیق بالتخصیص اور تصدیق بالتعمیم مین باہم تمیز کرنا، تصدیق بالتخصیص کو تصدیق بالوسعت بھی کہا جا سکتا ہے، اور اسی طرح تصدیق بالتعمیم کو صرف تصدیق بھی، محمول کی کمیت کے مسئلہ کی نسبت یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ زبان ابینۂ خیال کی مترجم ہو جتنے اور جس قدر دائرۂ

خیال مین ہون وہ کل حیوان کے تیون لفظون کے ذریعہ سے زبان ادا کرے، اس کے تسلیم کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے موجبہ اور سالبہ دونون ملا کر اس طرح آٹھ قضیئے نکل آتے ہین،

پہلی صورت، موضوع اور محمول دونون کے دونون کلیہ ہون (موجبہ، سالبہ)

دوسری صورت، پہلی کا عکس یعنی موضوع و محمول دونون جزئیہ ہون (موجبہ، سالبہ)

تیسری صورت، موضوع جزئیہ ہو اور محمول کلیہ (موجبہ سالبہ)

چوتھی صورت، موضوع کلیہ ہو اور محمول جزئیہ، (موجبہ سالبہ)

ایجاب اور سلب ان دونون کے لحاظ سے آٹھ قضیئے بنتے ہین، اس مسئلہ کا مان لینا قواعد عکس کے معین کرنے کی زحمت اور ان کے از بر کرنے کی دردسری سے بے نیاز کر دیتا ہے،

اب رہا تصدیق بالتعمیم اور تصدیق بالتخصیص کا بیان وہ اس سے زائد نہین کہ تصدیق بالتعمیم مین موضوع کل ہوتا ہے اور محمول اس کل کے خواص ہوتے ہین اور تصدیق بالتخصیص مین محمول کل ہوتا ہے اور موضوع اس کل کے اجزا ہوتے ہین،

منطق مین برہان کی ایک خاص اہمیت ہے، یہ تقابل کا بہترین معیار اور ایسی کسوٹی ہے کہ جس مین دو تصورات کا تیسرے تصور کے وسیلہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے، برہان کی دو قسمین ہین، قیاسی اور استقرائی، کلیات سے جزئیات کی جانب استدلال کرنا قیاسی کہلاتا ہے اور اس طریقہ کا عکس یعنی جزئیات سے کلیات کی طرف استدلال کرنے کو استقرائی کہتے ہین، برہان قیاسی کی بنیاد ان متعارفہ اصول پر قایم ہوتی ہے کہ کسی چیز کسی جزو کا جزو اس کے کل کا جزو ہو، مگر کل اور جزو بھی دو طرح کے ہوا کرتے ہین، اس لئے کہ عوارض مختلف کے اعتبار سے ایک ہی قضیہ مین محمول و موضوع کا جزو بھی ہو سکتا ہے، اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے، کہ موضوع محمول کا جزو ہو، مثلاً سیب سُرخ ہے، زعفران زرد ہے، تارکول سیاہ ہے، کافور سفید ہے، امثلۂ مذکورہ مین سرخ، زرد، سیاہ، سفید یہ الفاظ محمول ہین اور سیب، زعفران، تارکول، کافور موضوع، سرخ، زرد، سیاہ، سفید کو ان کے علیحدہ علیحدہ موضوعات جو جداگانہ خواص رکھتے ہین، (یعنی سیب

زعفران، تار کول، کافور، ان خواص مین سے ایک ایک خیال کیا جانا بھی ممکن ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرخ و زرد و سیاہ و سفید مین سے ہر ایک کو جدا جدا ایسے جتھون اور گروہون کا نام خیال کیا جائے جن کے افراد مین سے سیب، زعفران، تار کول، کافور، بھی ایک ایک فرد ہون، وسعت تصور اور عمق تصور چونکہ برہان قیاسی و استقرائی کے انقسام کا مبدا ہین، اس لئے ان دونون کی نسبت یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ موضوعات جو شامل محمول ہون ان شامل محمول موضوعات کی تعداد مراد لینا وسعتِ تصور کا مفہوم ہے، اور کسی موضوع مین شمولہ محمولات کی تعداد کو مقصود قرار دینا عمق تصور سے عبارت ہے،

نکتہ، برہان قیاسی اور استقرائی کے یہ اصول یاد رکھنے کے قابل ہین، استقرا ایسا طریقہ یا عمل ہے جس کی بدولت واقعی امور سے قواعد و قوانین کی تحقیق کی جاسکے اور نتائج سے اسباب کی جانچ ہو سکے، اور قیاس اس قسم کا طریقہ ہے کہ جس مین واقعی امور کو آئین و قواعد سے اور نتائج کو اسباب سے معلوم کیا جائے، مثلاً جس وقت یہ کہا جائے کہ جتنے انسان ہین وہ سب ناطق ہوتے ہین، اس لئے کہ زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ جتنی اور جس قدر اس کلیہ کی صورتین اب تک تجربہ کی نظر سے گذری ہین وہ سب کی سب اس کی مصدق اور موثق ہین تو یہ طریقہ استقرا کہا جائیگا، مگر جب اس طرح کہا جائے کہ فلان شخص جو سامنے بیٹھا ہے یہ ناطق ہوگا، تو اس قسم کے عمل کو قیاسی کہین گے،

برہان قیاسی مین جب موضوع کل اور محمول جزء ہو تو باعتبار عمق اس کل کو کبھی طبعی اور کبھی کل ریاضیہ کہا جا سکتا ہے، کل طبعی مین ایسے اجزا شامل ہوتے ہین، جن کی علٰحدگی اور جدائی کسی طرح ممکن نہین، اور کل ریاضیہ مین اس قسم کے اجزا ہوا کرتے ہین جنکی تقسیم کیجا سکتی ہے، مگر اس صورت مین کہ موضوع جزو اور محمول کل ہو تو وسعتِ تصور کے اعتبار سے یہ کل، کل منطقی کے نام سے موسوم ہوتا ہے، جبکہ انواع اجناس مین اور افراد انواع مین بطور اجزا کے ہون، برہان استقرائی کی بنا ان متعارفہ اصول پر ہے کہ جہنین کل اور جزء کی یکسان حالت رہتی ہے، یعنی ہر ہر جزو پر جو کچھ صادق آتا ہے یا نہین آتا بعینہ یہی صادق آتا یہ نہ آتا کل پر بھی ہے یعنی

ہر جزو پر جو صادق آتا ہے، یا نہین آتا کل پر بھی وہ صادق آتا ہے یا نہین آتا، یہان بھی کل طبعی اور منطقی ہوتا ہے برہان قیاسی ہو یا استقرائی ان دونون مین اخذ نتائج کی مشینین مقدمات ہی ہین انھین سے نتیجے نکلا کرتے ہین لیکن وہ مقدمات جو دونون جگہ مخزنِ نتائج کی حیثیت رکھتے ہین ان مقدمات کے لئے یہ لازمی نہین کہ یہ صحیح ہون انکی صحت مفروضی ہوتی ہے، یعنی یہ صحیح فرض کئے جاتے ہین منطق کے معیار سے ان مقدمات کے محصلہ نتائج صحیح تصور کئے جاتے ہین، مگر ان کی صحت از روئے منطق یا ظاہر کے اعتبار سے ہے، یہ امکان کہ حقیقۃً یہ صحت غلطی سے ہم آغوش ہو اس امکان کا سدباب نہین،

ارباب منطق مین سے بعض کو بیانِ استقرا مین تسامح ہوا، انھون نے اس طرح استقرا کی تقریر کی کہ استقرا مین چند اشیا سے کل کی جانب نتیجہ نکالا جاتا ہے اور مثال یہ پیش کی کہ کسی جماعت کے بعض اشیاء مین جو چیز پائی جاتی ہے وہ کل کی کل جماعت مین پائی جاتی ہے، چونکہ جماعت کے بعض اشیاء مین یہ چیز موجود ہے، اس لئے یہ کل جماعت مین موجود ہے، منطق کے لحاظ سے یہ صرف برہان قیاسی ہے اور اس مین لفظ بعض کو کل مین تبدیل کر کے استقرا کی صورت مین اسے ظاہر کرنا نہایت اہم لغزش ہے، برہانِ استقرائی مین استقلال قدرت کا قانون اسکے ہر ہر مقدمہ مین فرض کیا جاتا ہے، اور مختلف مثالین (جنپر نتیجہ کا انحصار ہوتا ہے) نہایت کثرت سے فراہم کیجاتی ہین، امثلہ مختلفہ کی کثرت کا معیار یہ رکھا گیا ہے کہ اس حد پر تجسس و تلاش کیجائے کہ نئی مثالین بالکل نہ مل سکین اور ہر پھر کر وہی دیکھی بھالی ہوئی مثالین سامنے آئین جن سے نتیجہ نکلا ہے جب یہ صورت ظاہر ہو تو اسوقت استقرا مکمل کہا جائیگا،

عمل برہان کے اظہار لفظی کو قیاس کہتے ہین، یہ اقلاً تین قضیون کا مجموعہ ہوتا ہے، وہ تین قضیے مقدمات کبریٰ صغریٰ اور نتیجہ کے نام سے نامزد ہین، مقدمات مین کبریٰ اور صغریٰ ان دو طرفون کا تو اتر طرف اوسط سے مقابلہ کیا جاتا ہے، اور طرفِ صغریٰ اور کبریٰ کے مابین ایجاب یا سلب کا حکم نتیجہ مین لگایا جاتا ہے، مقدمۂ کبریٰ مین طرفِ اوسط سے طرفِ کبریٰ کا مقابلہ ہوتا ہے اور مقدمۂ صغریٰ مین طرف صغرا کا،

(باقی)

تلخیص و تبصرہ

موجودہ تقویم کی ترمیم اور مسلمان

موجودہ تقویم جو لیس سیزر شاہنشاہ رومانی ۴۶ سنہ ق م مین رائج کیا تھا پھر ۱۵۸۲ء مین پوپ گرگوری شانزدہم نے اس مین تھوڑی سی ترمیم کی اسی مناسبت سے اس کا نام گرگورین کیلنڈر ہے، اگرچہ یہ کیلنڈر اتنے عرصہ سے نافذ العمل ہے لیکن اس مین مہینون اور دنون کی تقسیم جس انداز سے عمل مین آئی ہے، اس سے بہت سی دقتین محسوس ہو رہی ہین، چونکہ پہلے دنیا کا کاروباری حلقہ اس قدر وسیع نہین تھا اس لئے ان دقتون کی طرف خاص طور پر توجہ منعطف نہین کی گئی لیکن موجودہ دور ہی چونکہ تجارتی دور ہے، اس لئے ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کیجا رہی ہے کہ موجودہ کیلنڈر ترمیم طلب ہی کیونکہ اس کے مہینون کی تعداد ایک دوسرے سے مختلف ہی اس لئے مختلف مہینون اور مختلف سالون کے دن آپس مین کوئی ربط نہین رکھتے، جس کی وجہ سے بہت سی دقتین پیدا ہو رہی ہین، دنیا چاہتی ہے کہ سال کی تقسیم اس انداز سے کیجائے کہ ایک مہینے کے دن دوسرے مہینے سے اور ایک سال کے دن دوسرے سال سے مختلف نہ ہون، یہ تحریک، اگرچہ مدت سے ہو رہی تھی لیکن سنہ ۱۹۲۱ء مین یہ اس حد تک پہنچ گئی کہ بین الاقوامی ایوان تجارت کو لندن کے ایک اجلاس کی رو سے جمعیت الاقوام سے کہنا پڑا کہ وہ اس موضوع پر خاص طور پر غور کرے جمعیت الاقوام نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے سنہ ۱۹۲۳ء مین ایک خاص کمیٹی کیلنڈر کی اصلاح کی تحقیقات کرنے کی غرض سے متعین کی جس نے اس موضوع پر سینکڑون مختلف تجاویز پر غور کیا اور سنہ ۱۹۲۶ء مین اپنی رپورٹ پیش کی کمیٹی نے اس امر پر خاص طور پر زور دیا تھا کہ قبل اسکے

کہ ترمیم کی کوئی تجویز عملی طور پر قبول کی جائے یہ نہایت ضروری ہی کہ مختلف اقوام عالم کو موقع دیا جائے کہ وہ اس اہم مسئلہ پر انفرادی طور پر غور و خوض کرین، چنانچہ جمعیت الاقوام نے مختلف اقوام کو جو جمعیت کی رکن ہین اس غرض کیلئے لکھا کہ وہ اپنی اپنی جگہ کمیٹیان متعین کر کے کیلنڈر کے تسہیل کے مسئلہ پر غور کرین، اور اپنی اپنی رپورٹ جمعیت کو بھیجدین تاکہ جمعیت ایک بین الاقوامی موتمر منعقد کر کے اس کا فیصلہ کرئے، چنانچہ مختلف اقوام نے اپنے اپنے ملک مین ایسی کمیٹیان بنائین جنھین اس پر غور کیا اور ان کی رپورٹین آہستہ آہستہ جمعیت کے پاس آنے لگین، اور اب اس مسئلہ پر جمعیت کے اجلاس اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء مین مذکورۂ بالا بین الاقوامی موتمر کے انعقاد پر غور کیا جائیگا،

مختلف تجاویز جو اس ضمن مین پیش ہوئی ہین ان مین ایک جزو مشترک اس دقت کا حل ہے جو سال کے ایک دن زائد کی وجہ سے پیش آرہی ہے، جیسا کہ ہمین معلوم ہی ہی موجودہ شمسی سال کے ۵۲ ہفتے + ایک دن = ۳۶۵ دن ہین، اگر سال کے ۳۶۴ دن ہوتے تو کوئی دقت ہی نہ تھی لیکن یہ جو ایک دن باقی بچتا ہے یہ ہے اس سارے اختلاف کی اصل جس کی وجہ سے ہر نیا سال، سال گذشتہ سے ایک دن بعد مین شروع ہوتا ہے، مثال کے طور پر یون لیجئے کہ سنہ ۱۹۳۱ء پنجشنبہ کو شروع ہوا تھا، ۵۲ ہفتے ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء کو پورے ہو جائین گے اور اس دن چہارشنبہ ہوگا، اب اگر سال پورے ۵۲ ہفتے کا ہوتا تو یکم جنوری سنہ ۱۹۳۲ء پھر پنجشنبہ کو ہوتی، اور یہ سال بھی سال گذشتہ کی طرح اسی دن سے شروع ہوتا لیکن ۵۲ ہفتے کے بعد جو ایک دن باقی رہا، ان سے ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء کی ضرورت پیدا کر دی، جس کی وجہ سے یکم جنوری سنہ ۱۹۳۲ء بجائے پنجشنبہ کے جمعہ کے دن آگئی اور دنون مین اختلاف شروع ہو گیا، نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ سنہ ۳۲ء مین ہفتے کے دن اور مہینے کی تاریخین وہی نہ رہین جو سنہ ۳۱ء مین تھین،

اس دقت کو حل کرنے کے لئے ترمیم کے حامیون نے یہ سوچا ہی کہ ۳۶۵ دن کے بعد جو ایک دن باقی بچتا ہے، اسے کسی حساب و شمار مین نہ رکھا جائے، بلکہ اس کا نام بلینک ڈے (خالی دن) رکھا جائے

یعنی ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کو جس دن چہارشنبہ ہو، ہم رات کو سو جائین، صبح کو جب اٹھین تو بجائے اس کے کہ اس دن کو ہم جمعرات ۳۱ دسمبر کہین، ہم اس کا نام ہی کچھ نہ رکھین، حتی کہ ۲۴ گھنٹے کے بعد ہم جب پھر سو کر اٹھین تو اس دن کا نام جمعہ کے بجائے جمعرات قرار دین اور تاریخ یکم جنوری ۱۹۳۲ء قرار دیکر حساب شروع کردین، اسی طرح ہر سال کے آخر مین ایک دن 'خالی دن' آجائیگا اور لیپ کا سال جو آجکل ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے نئے کیلنڈر کی رو سے دو دن خالی مناکر (ایک ۳۰ جون کے بعد اور دوسرا ۳۱ دسمبر کے بعد) پھر وہی ۳۶۴ دن کا سال رکھ لیا جائیگا،

پھر تجویز ہے کہ چونکہ سال کے دن ۳۶۴ ہو جائینگے اس لئے چار ہفتے کا ایک مہینہ بنا کر سال کے ۱۳ مہینے بنائے جائین، گویا ہر مہینہ مین مساوی ۲۸ دن ہو جائین، اس طرح سے ہر مہینہ اور ہر سال ایک ہی دن سے شروع ہوا کریگا اور ایک مستقل کیلنڈر دنیا مین رائج ہو جائیگا،

جہان تک سال یا مہینون کے دنون کا تعلق ہے، تجارتی حلقہ اس کے متعلق صائب رائے دے سکیگا، ہمین اس سے چندان واسطہ نہین اگر یہ ترمیم دنیا کی کوئی عالمگیر دقت کا حل ہوسکتی ہے، تو نہایت مبارک ہے، مسلمانون کا اس میدان مین حصہ ہی کتنا ہے، جو تجویز کی مخالفت یا موافقت مین سرگرم حصہ لین گے، لیکن ہمین تو صرف اسی قدر خیال ہے کہ ممکن ہے اس مسئلہ پر مذہبی نقطۂ خیال سے غور کرنے کی ضرورت آپڑے، جس کے لئے ضرورت ہے کہ ابھی سے اپنے گھر مین کچھ فیصلہ کر لیا جائے ورنہ عام طور پر مسلمان اکثر سر منڈوا کر تیوا پوچھا کرتے ہین،

تجویز کا مذہبی پہلو یہ ہے کہ جمعہ مسلمانون کا مقدس دن ہے اور اس دن کو وہ قرآنی حکم کے مطابق مناتے ہین اب فرض کیجئے کہ ۱۹۳۱ء سے یہ تبدیلی شروع ہوگی لہذا ۱۹۳۱ء کا آخری دن (۳۱ دسمبر) خالی رکھین گے، اب فرض کیجئے کہ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء جمعرات کے دن ہوگا، جمعرات کے بعد جو دن آئیگا وہ موجودہ شمار کے لحاظ سے جمعہ ہوگا (تاریخ خواہ کچھ ہی ہو) لیکن نئے کیلنڈر کی رو سے اس دن کا نام کچھ نہین ہوگا، اس کے بعد جو دن

طلوع ہوگا، وہ موجودہ کیلنڈر کی رو سے ہفتہ (شنبہ) ہوگا، لیکن نیا کیلنڈر اسے جمعہ نام دیگا، اب سوال یہ ہے کہ مسلمان جمعہ کا مقدس دن وہ منائین گے جو ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء جمعرات کے بعد آیا تھا، اور نئے کیلنڈر نے جس کا کوئی نام نہین رکھا تھا یا وہ دن جو نئے کیلنڈر کی رو سے جمعہ ہوگا، (یعنی جمعرات کے تیسرے دن جب موجودہ کیلنڈر کی رو سے ہفتہ ہوگا) اگر مسلمان جمعہ وہی منائین جو جمعرات ۳۰ دسمبر کے بعد آیا تھا تو گویا نئے کیلنڈر کے جمعہ کے دن سے انھون نے ایک دن پہلے کا نام جمعہ رکھا ہے، اپنے جمعہ کے بعد دوسرے دن جب یہ اٹھین گے تو لوگ اس دن کو جمعہ کہین گے، اسے مسلمان کیا کہین گے؟ اگر ہفتہ کہین تو کیلنڈر کے ساتھ یہ چل نہین سکتے، اگر جمعہ کہین تو جمعہ ایک دن پہلے منا چکے ہین، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس کو 'جمعہ ثانی' کہدین تاکہ اگلے دن لوگون کے ساتھ یہ بھی ہفتہ کہین لیکن اس طرح یہ سال بھر ہمیشہ اس دن جمعہ منائین گے، جس دن کا نام دوسرے لوگ جمعرات رکھین گے، ذیل کے نقشے سے اس کی وضاحت ہوجائیگی،

موجودہ کیلنڈر کی رو سے	نئے کیلنڈر کی رو سے	مسلمانون کے نئے نام کی رو سے
۳۰ دسمبر جمعرات	x	جمعرات
دوسرا دن ۱ جمعہ	خالی دن	جمعہ (جو منایا جائیگا)
تاریخ سے ہمین غرض نہین } ۲ ہفتہ	جمعہ (جمعرات)	خالی یا جمعہ ثانی (جو منایا نہین جائیگا)
۳ اتوار	ہفتہ	ہفتہ
۴ سوموار	اتوار	اتوار
۵ منگل	سوموار	سوموار
۶ بدھ	منگل	منگل
۷ جمعرات	بدھ	بدھ
۸ جمعہ	جمعرات	جمعرات

اب ظاہر ہے کہ جمعہ (ع۱) جو مسلمان منائینگے اس کا ٹھیک آٹھوان دن جو ہوگا وہ جمعہ ہوگا جو ہم منایا جائیگا، لیکن نئے کیلنڈر کی رو سے یہ آٹھوان دن جمعرات ہوگا، گویا پہلے سال مسلمان اس دن جمعہ منایا کرین گے جس دن کا نام عام لوگ جمعرات رکھین گے، نئے کیلنڈر کے جمعہ کو "جمعہ ثانی" یا خالی کہنے سے صرف اس قدر فرق پڑیگا کہ باقی دنون کا نام مسلمان بھی وہی رکھین گے جو نئے کیلنڈر کی رو سے ہون گے، لیکن جمعرات کے دن تو ضرور جمعہ منانا پڑیگا، اور اگر یہ دنون کے نام موجودہ صورت سے ہی رکھتے جائینگے تو ان کے دنون مین اور عام لوگون کے دنون مین وہ فرق پڑ جائیگا جو اوپر کے نقشہ کے خانہ نمبر۱ اور نمبر۲ مین ہے، لیکن اگر نئے کیلنڈر کے ساتھ چلین گے تو سال بھر تک کیلنڈر کے جمعرات کے دن جمعہ منائینگے، دوسرے سال اور بھی فرق پڑ جائیگا، یعنی جمعہ تو رہیگا، "ٹل یا ساکن" اور کیلنڈر ایک اور بلینک ڈے (خالی دن) دیدیگا، گویا اب انکا جمعہ اس دن آئیگا جب دوسرے لوگون کا بدھ کا دن ہوگا، اسی طرح ہر سال ایک ایک دن کا فرق پڑتا جائیگا، اور لیپ سال مین چونکہ ۲ دن خالی جائین گے اس لئے دو دن کا فرق پڑیگا، یعنی کیلنڈر کا اتوار ہوگا اور مسلمان جمعہ منائین گے، ادھر گرجا مین گھنٹہ بج رہا ہوگا، ادھر مسلمانون کے خطبے ہوتے ہونگے اور ہر سال مسلمانون کو فیصلہ کرنا پڑیگا کہ اس سال فلان دن جمعہ آئیگا،

یہ دقت اسی صورت مین ہوگی جبکہ مسلمان یہ فیصلہ کرلین کہ جو دن آج کل جمعرات کے بعد اور ہفتے سے پہلے آتا ہے، وہ وہ دن ہے جس کا نام خدا نے "جمعہ" رکھا ہے، اور جس دن کو جمعہ کا دن منایا جاتا ہے، لیکن اگر یہ فیصلہ ہو کہ اسی دن کی خصوصیت نہین جو موجودہ حساب سے جمعرات کے بعد آتا ہے، بلکہ جمعہ ایک ایسے دن کا نام ہے جسے ساری دنیا متفقہ طور پر جمعہ قرار دیدے، تو پھر کوئی دقت نہین پیش آتی نقشہ مین خانہ نمبر ۴ کے تحت جمعرات کے بعد جو دن آئے اسے خالی تصور کرلین اور اس کے بعد جس دن کا نام لوگ جمعہ رکھین اسے یوم الجمعہ منالین تو پیچیدگی کسیقدر صاف ہوسکتی ہے،

اب واضح ہوگیا ہوگا کہ کیلنڈر کی مجوزہ ترمیم مین مذہبی نقطۂ نگاہ سے کہان تک غور کرنے کی ضرورت

ہے، ہم اس اہم اور نازک مسئلہ مین کوئی رائے نہین دینا چاہتے، یہ کام مذہبی امور مین درک رکھنے والے علماء کا ہے، چونکہ یہ دکھایا گیا تھا کہ مسلمانون مین اس کے متعلق کوئی تحریک نہین، بلکہ عام طور پر یہ کم معلوم ہے کہ ایسی کوئی تحریک بھی پیش نظر ہے، اور آیا اس کا مذہبی شعار پر بھی کچھ اثر پڑیگا، لہذا یہ امور گذارش خدمت کردیئے ہین کہ اگر اس نئی اسکیم کا اثر واقعی شعار مذہبی پر پڑیگا، تو اب وقت ہے کہ اس پر غور و خوض کرکے اس کے متعلق کسی فیصلہ پر پہنچ جائین جمعیت الاقوام نے اکتوبر مین بین الاقوامی کانفرنس مدعو کی ہے، اور ضرورت ہے کہ اگر مسلمان اس کے متعلق کچھ کہنا چاہین تو اسی وقت انھین لکھکر بھیجدین،

چونکہ نئی اسکیم کا اثر علاوہ مسلمانون کے عیسائیون اور یہودیون پر بھی پڑتا ہے اس لئے انھون نے اس کے متعلق سلسلہ جنبانی شروع کردی ہے، پچھلے دنون دیکھا گیا کہ عیسائی مشنری اس کے خلاف پروپگنڈا کرکے صدائے احتجاج کے محضر نامہ پر عوام کے دستخط کراتے تھے، یہین تک نہین بلکہ (INTER NATIONAL RELIGI-ONS LIBERTY ASSOCIA TION INDIAN HEADGUARTE-RS P.O BOX 15 POONA

نے اس کے متعلق پمفلٹ بھی شایع کئے ہین، جنمین مفصل اطلاع موجود ہے، اور انھون نے ان مین لکھا ہے کہ مزید حالات کے لئے انہین لکھکر دریافت کرلیا جائے،

"پرویز سکریٹری بزم ادب ہوم ڈیپارٹمنٹ شملہ"

کیا سینما سے اخلاقی اصلاح ہوتی ہے؟

جذبات انسانی کی نیرنگیان بھی کس درجہ عجیب ہین کہ جس سامان تفریح پر کل قوم کی قوم گرویدہ تھی آج اسی سے اظہار نفرت کیا جارہا ہے، سینما کی دلچسپی نوجوانون کے لئے عموماً حسن و عشق کی داستان تک محدود تھی اور برطانیہ کی فلم کمپنیون نے قوم کے مذاق کو پیش نظر رکھکر اب تک بیشتر اسی قسم کی متحرک تصویرین ان کے لئے

میان کی تھین لیکن نوجوانان برطانیہ کی نگاہین بھی جذبات کی ان عریانیون کے پیچھے ہوگئی ہین اور اب وہ متفقہ طور پر ایسی تصویرون سے اپنی بیزاری کا اظہار کر رہے ہین، ذیل مین رسالہ لانسٹ (لندن) کے ایک مقالہ نگار کا بیان پیش کیا جاتا ہی جس سے صورتِ حال کا صحیح اندازہ ہو سکے گا، کیا ہندوستان کے روشنخیال نوجوان بھی جن کے نزدیک مغرب کی تقلید سرمایۂ فلاح وسعادت ہی، اس مسئلہ پر غور کرین گے؟

حکام اور قومی کارکن برابر اس اثر سے اظہار بیزاری کر رہے ہین جو سینما نے ملک کے نوجوانون پر ڈالا ہے حفظانِ صحت کے ماہران گھنٹون پر افسوس کر رہے ہین جو بجائے کھلی ہوا مین گذارے جانے کے تاریک تماشاگاہون مین بھرے ہوئے اور اکثر ناکافی طور پر ہوادار کمرون مین صرف کئے جاتے ہین، مدرسین کو اس بات کا رونا ہی کہ جو چیز تعلیم کا ذریعہ بن سکتی تھی وہ یون غلط طریقہ پر استعمال کیجارہی ہی، بہرحال یہ لوگ جو چاہین کہین مگر سینما نے اپنا اثر تمام دنیا مین اس حد تک قائم کر لیا ہی کہ اب وہ اپنی جگہ سے ہٹنے والا نہین ہی،

فلم کی نوعیت سے متعلق تمام شکایتون کا جواب کارکنان کمپنی کی طرف سے یہ ہوتا ہی، کہ جس قسم کے فلمون کی خواہش پبلک کرتی ہے ویسے ہی فلم تیار کئے جاتے ہین، ان کے بیان کے مطابق پبلک ڈراما اور عشقیہ افسانون کو پسند کرتی ہی،...... لیکن انھون نے پبلک کی خواہش کی نسبت جو رائے قائم کی ہی وہ بجائے خود غلط ہی، برمنگھم سینما تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کی ایک ایک نقل ملک کی ہر سینما کمپنی کے منیجر کے پاس بھیج دینی چاہئے، رپورٹ مین دلائل و براہین نہین ہین اور نہ ان کے نتائج اخذ کرکے رکھے گئے ہین، بلکہ اس مین ان جوابات کو مختصر کرکے یکجا کر دیا گیا ہی، جو بچون، نوعمر لڑکون اور لڑکیون اور ان سے زیادہ عمر والون نے سینما کے متعلق دریافت رائے کرنے پر دیئے ہین، (۱۴۳۹) بچون مین سے جنکی عمرین آٹھ اور چودہ سال کے درمیان تھین معلوم ہوا کہ (۸۰۰) ہفتہ مین ایکبار سینما دیکھنے جاتے تھے، (۱۸۴) ہفتہ مین دو بار (۱۰۰) دو ہفتہ مین ایکبار، (۳۰۲) مہینہ مین ایکبار اور (۳۰) ایسے تھے جو کبھی نہین جاتے تھے، ان بچون کی تعداد جو ہفتہ مین تین، چار، پانچ مرتبہ جایا کرتے تھے، صرف (۶۳) تھی، اس سوال پر کہ وہ

سینما دیکھنا کیون پسند کرتے ہین بچون نے چار خاص اغراض بیان کئے، دلچسپی کے لئے، لطف کے لئے، وقت گذارنے کے لئے، اور سنسنی خیز تماشون کے لئے، وہ سب سے زیادہ ظریفانہ تماشون کو پسند کرتے ہین، اس کے بعد سراغ رسانی کے قصون کو، عشقیہ افسانون کا ذکر تک ان لڑکون نے نہین کیا، بجز اس صورت کے کہ وہ کسی طرح کا تماشہ ہو، مگر حسن وعشق سے متعلق نہ ہو، یا بعضون نے یہ کہا کہ "اب تو سینما مین صرف عشقیہ افسانے رہ گئے ہین"

البتہ ایک بات قابل غور یہ ہے کہ جرائم اور جنگ وجدال کی طرف توجہ بڑھتی جاتی ہی، سات سے لیکر دس سال تک کی لڑکیون کے ایک گروہ نے یہ بیان کیا کہ وہ سب سے زیادہ ان تصویرون کو پسند کرتی ہین جن مین قتل کے قصے ہوتے ہین، ظریفانہ تماشون کو وہ دوسرے درجہ مین رکھتی ہین، قتل کا ذکر بار بار آتا ہی، اکثرون نے کہا کہ: "مین نے تو علاوہ قتل کے اور کچھ نہین سیکھا" یا یہ کہ "مین نے اپنی جیب کے اندر سے گولی مارنا سیکھ لیا ہے"

اس سے اندازہ ہوگا کہ یہ تماشے ملک کی اخلاقی حالت کی اصلاح کے بجائے جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے، "معصومون" کو گناہون کی نئی نئی ترغیب، اور نئی نئی ترکیب سکھانے مین کہان تک ممد ہو رہے ہین،

"ع ز"

(لٹریری ڈائجسٹ)

اخبار علمیہ

بجلی کی عجیب و غریب قسمین

مسٹر چارلس ٹالمین نیویارک ٹائمس مین لکھتے ہین کہ بجلی کی جتنی قسمین کتابون مین بیان کی گئی ہین حقیقۃً اس سے کہین زیادہ ہین، اس واقعہ کی تائید مین وہ ڈاکٹر والٹر نوش (WALTER KNOCHE) کا ایک بیان پیش کرتے ہین کہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو، ۶ بجے شام کے وقت جب ڈاکٹر موصوف جنوبی امریکہ کے دریاے ریو پراگوے مین سفر کر رہے تھے ایک زبردست برقی طوفان شروع ہوا، یہ طوفان دفعۃً سر پر آگیا اور ہر چہار سمت جہان تک نظر کام کرتی تھی طوفان ہی طوفان تھا، چمک اس کثرت سے تھی کہ اس کی تعداد کا اندازہ بھی نہین کیا جا سکتا تھا، بہت سی بجلیان باریک لہر کی شکل کی تھین انکا رنگ سرخی اور زردی مائل تھا، تقریباً اتنی ہی تعداد ان بجلیون کی تھی جن کی سفیدی آنکھون کو خیرہ کر رہی تھی، اور جن کی لہرون مین چمکدار موتی پروے ہوئے معلوم ہوتے تھے، اس قسم کی بجلی بہت شاذ نظر آتی ہے، ان کے علاوہ ایسی بجلیان بھی تھین جو عظیم الشان برقی چادرون کی طرح بادلون کے حاشیہ پر پھیلی ہوئی تھین، ایک قسم وہ تھی جس کا رنگ نارنجی تھا، اور دوسری وہ جو کسی محور پر نہایت تیزی سے گردش کرتی ہوئی دکھائی دیتی تھی، دوران طوفان مین ایک وقت ایسا آیا کہ سیکڑون منور قوس سمت الراس کے قریب اکٹھا ہو گئے، اور ان کی چمک اس درجہ خیرہ کن تھی کہ ڈاکٹر صاحب کو مجبوراً اپنی آنکھین بند کر لینی پڑین، سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس طوفان مین کڑک اور گرج مطلق نہ تھی، گرج یک بیک صبح کے قریب شروع ہوئی اور پھر مسلسل قائم رہی پورے تیرہ گھنٹے کے بعد صبح ۸ بجے طوفان ختم ہوا،

جارج واشنگٹن — انجنیر

جارج واشنگٹن عام طور پر ایک فاتح جنرل اور لائق مدبر کی حیثیت سے مشہور ہے جس نے ممالک متحدہ امریکہ کو حکومت برطانیہ سے آزاد کر کے ایک زبردست جمہوریہ کی بنا ڈالی اور اپنی عظیم الشان ملکی خدمات کے صلہ مین اس جمہوریہ کا پہلا صدر منتخب ہوا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر اسے اس قومی تحریک مین شرکت کا موقعہ نہ ملا ہوتا تو انجنیری مین اس کی قابلیت بھی اس کی شہرت (گو اس قدر عالمگیر نہ ہوتی) کے لئے کافی تھی،

جنگ آزادی سے پہلے اس نے پوٹومیک ریور کمپنی (POTOMAC RIVER COMPANY) قائم کر کے دریاے پوٹومیک کو ایک تجارتی راستہ بنانے کی مفصل اسکیم تیار کر لی تھی، اور اس کی کامیابی کے متعلق اسے بہت کچھ امید تھی، ۱۷۸۳ء مین جب وہ جنگ مین فتحیاب ہونے کے بعد خانگی زندگی کی پرسکون فضا مین واپس جا چکا تھا، اس نے ممالک متحدہ کی پانچون بڑی جھیلون کو بحر اوقیانوس سے ملا دینے کی ایک زبردست تجویز مرتب کی اور اسکو عملی صورت مین لانے کے لئے جیمس ریور کمپنی (JAMES RIVER COMPANY) قائم کی اور اس کا صدر منتخب ہوا، لیکن قبل اس کے کہ اس تجویز کی عملی تکمیل ہو سکے واشنگٹن کو ملک کی متفقہ آواز کے سامنے جھک کر جمہوریہ کی صدارت قبول کرنی پڑی، اور مجبوراً کمپنی کی نگرانی دوسرون کو سپرد کی، تجارت کے لئے نہر ایری کی اسکیم بھی واشنگٹن ہی کی مرتب کی ہوئی تھی جس سے آج نیویارک سنٹرل ریل روڈ فائدہ اٹھا رہی ہے، ان کے علاوہ اور بھی متعدد مفید تجویزین اس نے تیار کین اور ہر موقعہ پر فن انجنیری مین اپنی قابلیت کا ثبوت دیا، واشنگٹن کو فن زراعت سے بھی نہایت دلچسپی تھی، اس زمانہ مین آلات زراعت بھدے اور ناقص ہوتے تھے، اس نے ہل مین اصلاح کی، ایک نئے قسم کا پھارا ایجاد کیا اور غلہ کو ڈنٹھل سے نکال لینے کے لئے ایک مشین تیار کی،

صنعتون کی بالشویک تقسیم

گذشتہ ماہ اکتوبر مین بالشوک روس نے اپنے ملک کی تقریب مین جو جشن منایا تھا، اس کا سب سے زیادہ

دلچسپ حصہ صنعتون کی نمایش سے متعلق تھا لنن گریڈ (قدیم سینٹ پٹرس برگ) کی ہرمیٹیج گیلری ("HERMIT-AGE" GALLERY) مین پہلے صنعتون کی تقسیم اس طرح تھی کہ تصویرین ایک حصہ مین رکھی گئی تھین نفیس بت تراشی کے نمونے دوسرے حصہ مین اور ہاتھی دانت کی چیزین تیسرے مین، اسی طرح قیمتی دھاتون شلاً چاندی وغیرہ کے جو شاہکار تھے وہ علٰحدہ حصہ مین تھے، پھر ان حصون مین بھی قومون کے اعتبار سے تقسیم کردیگئی تھی، اور ہر قوم مین بھی اس کی مختلف جماعتون اور زمانون کے کارنامے جدا جدا رکھے گئے تھے، بالشویک حکومت نے یہ ساری ترتیب درہم برہم کردی، چنانچہ اس کے فرمان کے بموجب نوادر صنعت کی تقسیم، انسان کے مدارج ترقی کے اعتبار سے کی گئی، اور صنعتون کے ارتقار کی تین خاص منزلین قایم کی گئین، پہلی منزل مین وہ صنعتین رکھی گئین جنکا تعلق اس زمانہ سے ہے جب نظام اجتماعی مین کوئی تفریق مراتب نہ تھی، دوسری منزل ان شاہکارون کی قرار پائی جو عہد قدیم سے متعلق ہین، جب کہ یہ تفریق قایم ہو چکی تھی، تیسری منزل مین جدید تہذیب مغرب کی صنعتین جمع کی گئین جس کی تباہی تفریق مراتب پر رکھی گئی ہے،

نیویارک کی دو منزلہ سڑک،

نیویارک اور شکاگو مین بعض سڑکون پر آمدورفت کی کثرت اس درجہ زائد ہو گئی تھی اور تصادم کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ حکومت باوجود امکانی احتیاطون کے ان حوادث کو روکنے مین زیادہ کامیاب نہ ہوسکی، لیکن کافی غور وفکر کے بعد وہان کے انجنیرون نے ان سڑکون کو دو حصون مین تقسیم کرکے نصف حصہ کی سطح اس کے محاذی نصف سے بلند تر کردی ہی، یہ تجربہ ابھی صرف چند سڑکون پر کیا گیا ہی کامیاب ہونے پر اس کی توسیع کردیجائیگی، لیکن نیویارک اسے بھی کافی نہین خیال کرتا اور عنقریب وہ ایک دو منزلہ سڑک جس کا طول ساڑھے چار میل ہوگا تیار کرنے والا ہی، یہ سڑک شہر کے اس حصہ سے گذریگی جو آبادی اور آمدورفت کی کثرت کے لحاظ سے سب سے زیادہ گنجان حصہ ہے، اس کے مصارف کا تخمینہ ایک کرور ساٹھ لاکھ ڈالر ہے،

موٹر کی مسموم گیس

موٹرون کے انجن سے جو گیس خارج ہوتی ہے اس کا ایک حصہ مسموم ہوتا ہی اور وہ دماغ کے لئے بیحد مضر ہے، نیویارک کے رسالہ ویکس سائنس (WEEKS SCIENCE) کے ایک مقالہ نگار کا بیان ہے کہ ہر سال سیکڑون آدمی جو تنگ اور غیر ہوادار موٹر خانون مین رہتے ہین اس گیس سے ہلاک ہوتے ہین، اسکا اثر دماغ پر اتنا قوی ہوتا ہے، کہ آدمی بیہوش ہوجاتا ہے اور تھوڑی ہی دیر مین مرجاتا ہی، محکمہ حفظان صحت امریکہ کے دو مشہور ڈاکٹرون نے چار کتون کے دماغون کا معائنہ کیا جو اس زہریلی گیس کے اثر سے نصف گھنٹہ کے اندر مر گئے تھے، اور دیکھا کہ دماغ کے بعض اہم ترین حصون کے اعصابی خانے تقریباً بالکل برباد ہو گئے تھے بعض خانے پھٹ کر کسی حد تک رقیق ہو گئے تھے بعض سکڑ کر چھوٹے ہو گئے تھے، زہر کا اثر دماغ کے انھین حصون پر سب سے زیادہ تھا، جو حیات کے لئے نہایت ضروری ہین،

ہندوستانی اکاڈیمی کی سالانہ ادبی کانفرنس

ہندوستانی اکیڈیمی کی ادبی سالانہ کانفرنس کا ماہ جنوری ۱۹۳۳ء مین ہونا قرار پایا ہے، کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ اردو اور ہندی کے ماہرین علم وادب یکجا ہوکر دونون کے وسائل ترقی پر تبادلہ خیال کرین، اس سلسلے مین یہ بھی طے پایا ہی کہ مشاہیر ادب کو مختلف مباحث و موضوعات پر مضامین لکھنے یا تقریر کرنے کی بھی دعوت دیجائے اور ان سے درخواست کیجائے کہ یہ مضامین خود پڑھکر کانفرنس کو مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائین،

اس کے لئے حسب ذیل موضوعات طے پائے ہین:-

(۱) نقد ادب، (۲) تاریخ ادب، (۳) فنون لطیفہ، (۴) لسانیات (۵) تاریخ و آثار قدیمہ (۶) فلسفہ اور سائنس (۷) اکیڈیمی اور اسکے مقاصد

جو اصحاب فی وقت اس کانفرنس مین تقریر کرنے یا مضامین لکھنے کا قصد رکھتے ہون وہ اس کا خلاصہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء تک دفتر اکیڈیمی مین بھیجدین، یہ مضامین اور تقریرین کتاب کی صورت مین اکیڈیمی کیجانب سے طبع ہونگی، امید ہی کہ ارباب ذوق اس کانفرنس کے کامیاب بنانے مین حصہ لین گے،

"ع ز"

استفسار و جواب

کیا فرقہ نسطوریہ کا بانی مامون کا معاصر تھا؟

مولوی سید ابو القاسم صاحب سررشتہ تعلیم و ترجمہ، حیدرآباد دکن

دامت معالیکم، السلام علیکم، ذیل کی سطرین جواب طلب ہین، زحمت جواب گوارا فرمایئے،

مسیحیون کے ایک مذہبی فرقہ کا بانی حکیم نسطور قسطنطینہ کا بطریق اعظم قیصر تھیوڈوسیکس کا ہم عہد تو اسلام سے بہت پہلے گذرا ہی، بحیرا جس کی ملاقات یورپ نے نہایت رنگ آمیزی کے ساتھ سرور کونین سے بیان کی ہے، وہ ۵۸۲ء کا واقعہ ہے، جس وقت افضل البشر کی عمر گرامی گیارہ سال سے زیادہ کی نہ تھی اور یہ بحیرا اسی حکیم نسطور کا مقلد و متبع تھا، جس کے تقدم زمانی کا حوالہ سطور بالا مین دیا جاچکا، ان تاریخی حوالون کے بعد علامہ شبلی مرحوم کی یہ تحریر توضیح طلب باقی رہتی ہی،

"عیسائیون مین فرقہ نسطور کا جو بانی ہی، وہ مامون ہی کے عہد خلافت کا ایک نامور حکیم تھا،" (المامون مطبوعہ مفید عام آگرہ صفحہ ۱۲۵)

معارف :-

آپ کی یہ تحقیق بالکل درست ہی، فرقہ نسطوریہ کا بانی نسطور ۴۲۸ء مین قسطنطنیہ کا بطریق مقرر ہوا تھا، اور یہ زمانہ مامون الرشید سے تقریباً تین سو برس پہلے ہے، مولانا مرحوم کو یہ مغالطہ ملل و نحل شہرستانی

کی تقلید سے پیش آیا، جس نے نسطور کو مامون کا معاصر بتایا ہے، مگر بعد کو ابن اثیر کے ذریعہ سے مولانا کو اپنی اس غلطی سے تنبہ ہوا، چنانچہ المامون کے دوسرے اڈیشن مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ مین اپنی اس عبارت پر حسب ذیل حاشیہ اضافہ فرمایا :-

"مین نے یہ روایت عبد الکریم شہرستانی کی ملل و نحل سے نقل کی تھی لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ نسطور اسلام سے پہلے گذرا ہے، ابن الاثیر نے عبد الکریم پر تعجب کیا ہی، کہ اُس نے ایسی بدیہی غلطی کی"

ملل و نحل کی محولۂ بالا عبارت حسب ذیل ہی :-

اصحاب نسطور الحکیم الذی ظھر فی زمان المامون وتصرف فی الاناجیل بحکم رایہ واضافتہ الیھم اضافۃ المعتزلۃ الی ھذہ الشریعۃ (ملل و نحل شہرستانی، ذکر نسطوریہ)	حکیم نسطور جو مامون کے زمانہ مین نمایان ہوا، اس کے ماننے والون کا گروہ، اس نے انجیلون مین اپنی رائے سے تصرفات کئے اور اس کی نسبت ان عیسائیون کی طرف ایسی ہے جیسی معتزلہ کی اسلام کی طرف، "س"

کلیات شبلی اردو،

مولانا کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ، جس مین مثنوی صبح امید، قصائد جو مختلف مجلسون مین پڑھے گئے، اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی، مذہبی اور تاریخی نظمین جو کانپور، ٹرکی طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی تھین، یکجا ہین، یہ نظمین درحقیقت مسلمانون کے چہل سالہ جدوجہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۱۲۰ صفحے،

قیمت :- عمر

"منیجر"

ادبیات

میر و غالب

از

از جناب سید مقبول حسین صاحب احمد پوری بی اے لکھنؤ،

غالب پوشیدہ تیرے سوز مین ہر سازِ زندگی — اور دل کی خستگی مین نہان سازِ زندگی

پیمانۂ دل کا ٹوٹ کے گر چور چور ہو — تیرے لئے یہ باعثِ کیف و سرور ہو

دل کا کمال سوزِ درون کا وفور ہے — شعلے اٹھین نہ دل سے تو دل کا قصور ہے

وہ دردِ تنگِ عشق ہے جو لادوا نہ ہو — وہ عشق ننگِ حسن ہے جسمین حیا نہ ہو

جامِ کہن مین بادۂ نو تو نے بھر دیا

اردو غزل سے فلسفہ کو عام کر دیا

میر دنیا تیری نظر مین سرابِ امید ہے — یان ذکرِ عیش عقل سے بالکل بعید ہے

تیرا خمیر یاس و غم و شکر و صبر ہے — تعلیم تیری عبرت و تشکیک و جبر ہے

شیوہ تیرا خوشامدِ اہلِ دول نہین — کافی ہے فقر و فاقہ جو زادِ عمل نہین

جذبات تیرے نالۂ دل کا ترانہ ہین — اشعار تیرے یاس و الم کا فسانہ ہین

ہنستے ہوئے کو آہ سے اپنی رلا دیا،

روتے ہوئے کو تو نے تھپک کر سلا دیا،

باب التقریظ والانتقاد

احسانِ عشق و ضمیمہ احسانِ عشق،

از

لسان الحکمۃ شمس العلما مولانا عبد الرحمٰن شاطر مدراسی،

"حجم احسان عشق ۴۰ صفحے و ضمیمہ ۱۶ صفحے لکھائی چھپائی اوسط درجہ، پتہ: شمس العلما ایم اے از شاطر مدراسی، امیر محلہ، مدراس"

مدراس مین شمس العلما مولانا عبد الرحمٰن شاطر عربی و فارسی زبان کے ایک جید عالم اور عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے شاعر بھی ہین لیکن وہ اپنی شاعرانہ قابلیت کو عشق و محبت کے وہمی خیالات کی تنظیم و ترتیب مین صرف نہین کرتے، بلکہ علم و حکمت فلسفہ تصوف، شریعت و طریقت، حدیث و فقہ اور تاریخ و تفسیر کے وسیع مطالعہ سے جو خیالات ان کے دل مین پیدا ہوتے ہین اُن کو قطعات و رباعیات کی صورت مین نظم کر دیتے ہین، اور ان کے مجموعہ کو وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہین، چنانچہ اس قسم کے متعدد مجموعے اعجازِ عشق، ضمیمہ عشق اور گلدستۂ شاطر کے نام سے شایع ہو چکے ہین، اور حال مین آپ نے اس قسم کے دو اور مجموعے احسانِ عشق و ضمیمہ احسانِ عشق کے نام سے شایع کئے ہین، جو ہمارے پیشِ نظر ہین،

اس مجموعے مین جو نظمین ہین ان کے اصطلاحی نام بالکل نئے ہین، مثلاً سباعیات یعنی سات مصرعون کی نظم، خماسیات یعنی پانچ مصرعون کی نظم، جس کے معنی یہ ہین کہ ان نظمون مین تین یا دو شعر تو مکمل ہین

اور آخر میں صرف ایک مصرعہ ہے، لیکن زیادہ تر رباعیات ہیں، اور ان رباعیات کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جن کے چارون مصرعون مین قافیہ کی پابندی کی گئی ہے، دوسرے وہ جن کے تین مصرعون مین تو قافیہ کی پابندی ہے، اور ایک مصرع مین نہین،

مضامین کے لحاظ سے اگرچہ زیادہ تر رباعیان، حمد، نعت اور منقبت مین ہین، لیکن ان کے ساتھ اور خیالات بھی اس کثرت سے ظاہر کئے گئے ہین جنکی کوئی تحدید نہین ہوسکتی کہین فلسفہ ہے کہین سائنس، کہین تاریخ ہی، کہین حدیث، غرض جب تک کوئی شخص ان تمام علوم سے واقف نہ ہو، ان کی رباعیون کو بہ مشکل سمجھ سکتا ہی، یہی وجہ ہے کہ انھون نے آخر مین خود ان تلمیحات کی شرح کردی ہی، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کھلی ہوئی بات ہے کہ جن اشعار مین اس قسم کے دقیق اور ٹھوس خیالات ظاہر کئے جائین گے، ان مین شاعرانہ لطافت کم ہوگی، اس لئے ہم ان رباعیات کا انتخاب دینا ضروری نہین سمجھتے، البتہ جو لوگ شاعری مین سنجیدگی خیال اور پاکیزگی مضامین کو زیادہ پسند کرتے ہین، ان کے لئے یہ مجموعہ دلچسپی سے خالی نہین ہی،

"ع"

رس

یعنے

فلسفۂ انبساط

از

پنڈت مولوی حبیب الرحمن صاحب شاستری سنسکرت کالج مسلم یونیورسٹی کالج علی گڈھ

حجم ۱۰۴ صفحے لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ نفیس قیمت مجلد عیہ غیر مجلد عہ، پتہ:۔ ارشاد اینڈ کو چوک بازار علی گڈھ،

انسان جن لطائف ربانی کا مظہر ہے، اُن مین سب سے زیادہ لطیف و روحانی چیز اس کے جذبات

و احساسات ہین، اور عالم انسانیت کی کل درحقیقت انھین لطیف پرزون سے چل رہی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مشرقی لٹریچر مین جذبات انسانی کی فلسفیانہ تشریح بہت کم کی گئی ہے، تصوف و اخلاق کی کتابون اور فلسفہ و حکمت کے صحیفون مین جستہ جستہ فلسفیانہ نکات تو جذبات انسانی کے متعلق ضرور مل جاتے ہین، لیکن مستقل طور پر یہ فلسفہ کی کوئی شاخ نہین قرار دیگئی ہی، اس لئے مشرقی لٹریچر مین اس موضوع پر کوئی کتاب مشکل سے مل سکتی ہی، لیکن جدید فلسفہ مین جذبات انسانی کو ایک مستقل حیثیت دیگئی ہی، اور اردو مین اس موضوع پر ہمارے دوست مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کی کتاب فلسفۂ جذبات بہترین کتاب خیال کیجاتی ہے، لیکن یہ کتاب تمامتر فلسفۂ جدید کی کتابون سے ماخوذ ہے، اور اس سے یہ بالکل نہین معلوم ہوسکتا، کہ جذبات انسانی کے متعلق مشرقی حکماء کے کیا خیالات و نظریے ہین، اسلئے قدیم و جدید فلسفیانہ خیالات کے موازنہ کے لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مشرقی لٹریچر مین جذبات انسانی کے متعلق جو مواد ہے، اس کو فلسفیانہ نظم و ترتیب کے ساتھ ملک کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ مشرقی حکماء نے فلسفہ کی اس ضروری شاخ کو بالکل نظر انداز نہین کیا تھا،

مشرقی ممالک مین اگرچہ بہت سی زبانین بولی جاتی ہین، لیکن ان مین علوم و فنون کا سب سے بڑا ذخیرہ عربی فارسی اور سنسکرت زبانون مین موجود ہے، اور انھین زبانون کی کتابون سے اس موضوع پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے، اس لحاظ سے ہم کو نہایت مسرت ہے کہ مولوی حبیب الرحمان صاحب شاستری فاضل الٰہیات سنسکرت لکچرر مسلم یونیورسٹی کالج علی گڈھ نے سب سے پہلے اس ضرورت کو محسوس کیا، اور سنسکرت کی کتابون سے اخذ کر کے ایک عمدہ کتاب رس کے نام سے تصنیف کی جسمین فلسفۂ انبساط یعنی جذبۂ مسرت سے بحث کی ہی، اور اس مین اس جذبہ کے متعلق سنسکرت حکماء کے تمام مذاہب و آراء کا خلاصہ درج کیا ہی، اور ان پر تنقیدی نظر ڈالی ہی، اگرچہ یہ افسوسناک بات ہی کہ یہ کتاب صرف ایک جذبہ پر محدود ہے، اور دوسرے انسانی جذبات نظر انداز کر دیئے گئے ہین، بایں ہمہ اون کی یہ پہلی فلسفیانہ

کوشش اس حیثیت سے ہماری شکریہ کی مستحق ہو کہ انھون نے مشرقی لٹریچر کی ایک فلسفیانہ شاخ کو سب سے پہلے نمایان کیا ہے،

کتاب ایک مبسوط دیباچہ، ایک تمہید، اور نو (۹) ابواب پر منقسم ہے، دیباچہ سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کتاب کا مقصد ہندؤن اور مسلمانون مین باہم اتحاد پیدا کرانا ہو، اور درحقیقت اگر یہ دونون قومین باہم ایک دوسرے کی زبان، علوم و فنون اور نظریات و خیالات کی قدر کرنے لگین تو ان کی باہمی مغائرت بہت کچھ دور ہو سکتی ہے، لیکن اس ضرورت سے انھون نے دیباچہ کا اکثر حصہ مسئلۂ وحدت الوجود کے اثبات مین صرف کر دیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ جب دنیا کی ہر چیز کا وجود ایک ہی ہے تو پھر مغائرت و اختلاف کے کیا معنی ؟ یونانی حکماء نے بھی دنیا کے اسی اختلاف کے مٹانے کے لئے اس مسئلہ کو ایجاد کیا تھا، لیکن اس لحاظ سے ہندؤن اور مسلمانون کی کوئی تخصیص نہین ہو، بلکہ تمام دنیا کو متحد ہو جانا چاہئے، بہرحال ایک اخلاقی اور سیاسی کتاب کے لئے تو یہ دیباچہ موزون ہو سکتا تھا، لیکن نفس کتاب کے موضوع سے میل نہین کھاتا، تاہم اس دیباچہ مین بھی بہت سے ایسے مسائل شامل ہین جن کو کتاب کے نفس موضوع سے براہ راست تعلق ہو، اس لئے اس کو بالکل مخل اور بے جوڑ بھی نہین کہا جا سکتا، دیباچہ کے بعد ایک مختصر سی تمہید مین بعض اصطلاحات مثلاً محرک، اثر اور منقلب کا ذکر کیا ہو، پھر پہلے باب مین اس کے متعلق تمام مذاہب کا خلاصہ درج کیا ہو، دوسرے باب مین ان تمام مذاہب پر تنقید کی ہو، تیسرے باب مین محرکات سے بحث کی ہو، چوتھے باب مین اثر اور پانچوین باب مین منقلبات کا ذکر ہے، چھٹے باب مین جذبہ عشق، ساتوین باب مین رس، آٹھوین باب مین رس کے مماثلین اور نوین باب مین حقیقت در مجاز سے بحث ہے، اگرچہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، کتاب اصل موضوع کے لحاظ سے صرف ایک جذبہ یعنی مسرت یا آنند پر محدود ہو، تاہم اسی سلسلے مین ضمناً اور تمام جذبات انسانی کا ذکر آگیا ہے، اس لئے کتاب مین جامعیت کی شان پیدا ہو گئی ہے،

سنسکرت لٹریچر اپنی شاعری اور ناٹک کی وجہ سے خاص امتیاز رکھتا ہو، اور اس کتاب مین اکثر مسائل کی توضیح و تمثیل کے لئے سنسکرت شاعری اور ناٹک سے کام لیا گیا ہو، اس لئے جو لوگ اس کتاب کا مطالعہ کرین گے وہ سنسکرت شاعری اور ناٹک کے لطیف خیالات سے بھی آشنا ہو سکین گے، اور اس حیثیت سے اس کتاب نے فلسفیانہ خدمت کے ساتھ سنسکرت زبان کی ایک ادبی خدمت بھی انجام دی ہو، غرض مختلف حیثیتون سے یہ کتاب اردو لٹریچر مین خاص اہمیت رکھتی ہو، اور اہل ملک کی خاص توجہ کی مستحق ہو،

"ع"

مطبوعاتِ جدیدہ

مسائلِ نماز و طہارت، مرتبہ جناب محمد عبد الوہاب صاحب عندلیب حجم ۲۱ صفحے کاغذ نہایت بوسیدہ، قیمت ۲؍ پتہ:۔ دار الکتب واعظ شاہ علی بنڈہ حیدر آباد دکن،

رسالہ مین نماز اور طہارت کے مسائل عام فہم انداز مین بیان کئے گئے ہین، رسالہ دو بابون مین تقسیم ہے، پہلے باب مین وضو تیمم اور غسل وغیرہ کے مسائل ہین اور دوسرے باب مین نماز کے مسائل پوری تفصیل سے درج کئے گئے ہین،

صاعقۃ التحریر علی ہفوات الضریریہ، از مولوی محمد سلیمان صاحب مئوی حجم ۴۴ صفحے قیمت درج نہین، پتہ:۔ مولوی محمد سلیمان صاحب قصبہ مئو، مومن پورہ ضلع اعظم گڈھ،

نماز جمعہ کا خطبہ اردو زبان مین پڑھنا جائز ہے یا نہین، یہ مسئلہ آجکل "اہلحدیث" اور "رضائی مولوی" کے اکھاڑہ مین آگیا ہے، زیر تبصرہ رسالہ مین اردو زبان مین خطبہ دینے کے جواز کو ثابت کیا گیا ہے، اس کے جواز سے انکار نہین، لیکن ان مسائل مین آج بھی آج سے ربع صدی پیشتر کے غیر مہذب مناظرون کی شان پیدا کرنا اور فریق مخالف کی شان مین غیر ملائم الفاظ لکھنا کب جائز ہو سکتا ہے، اور مؤلف کا یہ سرنامہ لکھنا کہ "تو شتم جواب سفیہہ فقیہہ کہ آئینہ حق داشتم روبرو" کہان تک دائرۂ تہذیب کے اندر ہے، اور اس سے اصل مسئلہ پر کیا روشنی پڑتی ہے،

الناموس المفصل فی تفسیر سورۃ المزمل، مؤلفات مولٰینا محمد نور الحق علوی استاذ العربیہ درنیل کالج **نور الحق فی تفسیر سورۃ العلق**، لاہور، حجم بترتیب ۲۹، ۱۲، اور ۸ صفحے اور قیمت بترتیب ۴ ،۲

بارقۃ الحق ضمیمہ نور الحق، پتہ:۔ جناب عبد الحق عباس صاحب اڈیٹر پیام اسلام جالندھر پنجاب

مولانا نور الحق صاحب نے سورہ مزمل اور سورہ فلق کی تفسیر ایک خاص رنگ مین لکھکر رسالہ پیام اسلام مین شائع کرائی تھی، اب وہی مضمون تین جداگانہ رسالون کی شکل مین شایع ہوا ہے، ان رسالون کا مطالعہ عام مسلمانون کے لئے مفید ہوگا،

تصحیح التاریخ، مولفہ جناب قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم، حجم ۱۱ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی نہایت معمولی، قیمت ۸؍ پتہ قاضی ظہور الحسن صاحب بمکان مولوی فیض الدین صاحب وکیل محلہ عابد شاپ حیدر آباد دکن،

جناب قاضی ظہور الحسن صاحب نے اس رسالہ مین اُن الزامات کی تردید کی ہے، جو ہندوستان کے اکثر اسلامی سلاطین پر لگائے جاتے ہین، ان فرمانرواؤن مین سردار محمد بن قاسم سلطان سبکتگین محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور اورنگزیب اور سلطان ٹیپو وغیرہ کے نام ہین، رسالہ کا زیادہ حصہ عالمگیر ہی کے سر کے الزامات کی تردید مین ہے، رسالہ نہایت مفید اور کار آمد ہے لیکن ضرورت تھی کہ اچھے کاغذ پر اہتمام سے شائع کیا جاتا، اور فہرست مضامین وغیرہ منسلک کیجاتی،

دعوۃ الاخوان لاحیاء معارف النعمان، مرتبہ مولانا مفتی رحیم الدین صاحب حجم ۲۴ صفحے، پتہ:۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ شفاخانہ محمودیہ جلال کوچہ حیدر آباد دکن"

مولانا رحیم الدین صاحب مفتی صدارت عالیہ حیدر آباد کی مساعی سے حیدر آباد مین ایک مفید مجلس احیاء المعارف النعمانیہ قایم ہوئی ہے، جس کا مبارک مقصد یہ ہے کہ متقدمین ائمہ و علمائے احناف کی وہ تصنیفات جو دنیا کے مختلف کتابخانون مین قلمی موجود ہین، انھین صحت اور خاص اہتمام سے شایع کیا جائے، اور اسی طرح مطبوعہ کتابین جو نایاب ہو چکی ہین، ان کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا جائے، اس مجلس کی تاسیس کے بعد عملاً سب سے پہلے زیر تبصرہ رسالہ شائع ہوا ہے، جس کی ابتدا مین ایک مقدمہ ہے جس مین ائمہ و علما

احناف کے علمی وقار اور ان کی تصنیفات پر تبصرہ کیا گیا ہے، پھر ایسی کتابون کی فہرست ترتیب دیگئی ہے جو مختلف کتبخانون مین قلمی موجود ہین اور ان کی اشاعت کی ضرورت ہی، اور آخر مین اس مجلس کی روداد بھی ثبت کی گئی ہے، مجلس نے علمی کام شروع کر دیا ہی، چنانچہ حضرت امام اعظمؒ کی کتاب "کتاب العالم والمتعلم" اسکے زیر اہتمام سب سے پہلی مرتبہ شائع ہونے والی ہے،

موذن الاوقات، مولفہ مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی مدرس مدرسۂ شمس الہدی پٹنہ حجم ۹۰ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی نہایت معمولی قیمت ۰۳ ر پتہ مولانا محمد ظفر الدین مدرسہ شمس الہدی بانکی پور، پٹنہ،

مولانا محمد ظفر الدین صاحب بہاری جو علم ہیئت و ریاضیات مین مہارت تامہ رکھتے ہین، انھون نے اس رسالہ مین یہ مفید خدمت انجام دی ہو کہ ماہ شمسی کے لحاظ سے نماز اور روزہ کے لئے اوقات مقرر کئے ہین اور اس طرح ہر دن کے اوقات "منتہائے وقت سحر" طلوع آفتاب "ضحوۂ کبری" "نصف النہار" عصر" غروب آفتاب" عشا" "مقدار یوم" کو حساب سے نکال کر جدول تیار کی ہی، یہ جدول ہندوستان کے اکثر مشہور شہرون اور ان شہرون کے مشہور قصبات کیلئے تیار کی گئی ہی، اور نیز ہر مقام کے اوقات معلوم کرنے کے طریقے بھی درج کئے گئے ہین، یہ رسالہ ہندوستان کے ہر حصہ مین اور ہر زمانہ مین یکسان مفید ہوگا، اور اس سے ہر سال نئے نظام اوقات افطار و سحر و تراویح نکال لینے اور شائع کرنے کی ضرورت ختم ہو گئی،

نور التنویر، مرتبہ جناب غوث علی شاہ صاحب قادری چشتی بیرون دبیر پورہ، درگاہ کملی شاہ حیدر آباد دکن، حجم ۶۰ صفحے، قیمت ۸ ؍

اس رسالہ مین تصوف کے مختلف اہم مسائل کی نہایت خوبی سے تشریح کی گئی ہی جس سے فلسفہ اور تصوف کی آمیزش کیساتھ حقائق و موجودات پر ایک اچھی روشنی پڑتی ہی، ہر قسم کے اہم سے اہم اور معمولی سے معمولی مسائل کو نہایت دلنشین پیرایہ مین بیان کیا گیا ہو، جو لوگ اس قسم کے مضامین کا مذاق رکھتے ہون انکے لئے اس کا مطالعہ دلچسپ ہوگا،

"ر"